Regd No. LW/NP 56

Phone: 42968
49747

TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

SAUDI

ہیں۔ یہ کتب خانہ دارالعلوم کے وسیع و عریض ہال میں عرصہ سے قائم ہے اس کے لئے علیحدہ عمارت کی ضرورت کا عرصہ سے احساس ہوتا رہا ہے ـــــ الحمدللہ اب اس عمارت کی تعمیر کا آغاز ہوگیا ہے۔ الحمدللہ اس مد کی کچھ رقم محفوظ ہے لیکن مزید کی اس میں ضرورت ہے۔

دارتحفیظ القرآن الکریم

دارالعلوم ندوۃ العلماء نے جب دارالعلوم میں شعبہ حفظ کا افتتاح کیا تھا اسی وقت سے یہ ارادہ بھی کرلیا تھا کہ اس شعبہ کے لئے علیحدہ عمارت ہوگی جس میں تعلیم کے ساتھ رہائش کا بھی نظم ہوگا۔ اس عمارت کا بھی نقشہ منظور ہوگیا ہے اسکی تعمیر کا بھی آغاز ہونا ہے۔

پریس اور دفاتر کی عمارت

پریس اور مختلف دفاتر کے لئے علیحدہ ایک عمارت بھی عرصہ سے زیر تجویز رہی ہے تاکہ دارالعلوم کی عمارت صرف تعلیمی اغراض ہی میں استعمال ہو، سائے درجات اسی میں رہیں جگہ کی تنگی کی وجہ سے جو انتشار کبھی کبھی ہوجاتا ہے وہ ختم ہوجائے چنانچہ اس عمارت کا بھی نقشہ منظور ہوگیا ہے اور اس عمارت کی تعمیر بھی ہونا ہے۔

ان گذارشات کے بعد آپ سے ہماری درخواست ہے کہ وقت کی اس ضرورت اور دارالعلوم کی افادیت کو سمجھتے ہوئے پوری فراخدلی، فیاضی اور ہمت سے کام لے کر ان تمام کاموں میں بھرپور تعاون و اعانت فرمائیں کہ ہندوستان میں دین کے قلعوں کی حفاظت کی اس سے بہتر کوئی سبیل اور اس سے زیادہ پائیدار کوئی صدقہ جاریہ نہیں۔ آپ میں سے جو لوگ قریباً ۵۰ سال پہلے کے یادگار جشن تعلیمی میں شریک تھے ان کو یاد ہوگا کہ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے غیر ملکی معزز عرب مہمانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:۔

"پرسوں کی پڑیاں سب اڑ جائیں گی ہم اور آپ یہاں رہیں گے، آپ یہ سمجھیں کہ اب آپ کو چھوڑ دی گئی ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں، ہمارے سفیر آپ کے گھروں پر جائینگے آپ کے چار آنے آٹھ آنے ہم کو عزیز ہیں۔ یہ جو کچھ دیں گے وہ اس دولت کا ہزارواں حصہ ہوگا جو خدا نے ان کو دیا ہے اور جو آپ دیں گے وہ آپ کے گاڑھے پسینہ کی کمائی ہوگی"

خدا کا شکر ہے کہ ہم ان جیسی قیمت اصولوں کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں، ہمارے نزدیک مالیات، بجٹ اور عظیم الشان عمارتوں سے زیادہ وہ مقصد عزیز ہے جس کے لئے یہ دارالعلوم قائم کیا گیا ہے، یعنی جدید زمانہ میں اسلام کی موثر اور صحیح ترجمانی دین و دنیا کی جامعیت اور علم و روحانیت کے اجتماع کی کوشش، فتنہ لادینیت اور ذہنی ارتداد کا مقابلہ، اسلام پر اعتماد اور علوم اسلامیہ کی برتری و امتیاز کا اعلان و اظہار دین حق سے وفاداری اور شریعت پر استقامت، مسلک کی اس قدر تشریح اور وضاحت کے بعد ہمیں اب مزید کچھ کہنے کی حاجت نہیں، ہم اللہ کا نام لے کر ان میں سے متعدد اہم کام جن میں سرفہرست "دارتحفیظ القرآن الکریم" اور ایک عظیم الشان لائبریری کا قیام ہے (جہاں انشاء اللہ مطالعہ، بحث و تحقیق اور علمی استفادہ کا اعلیٰ انتظام ہوگا) آغاز کر چکے ہیں۔

ہندوستان کے مسلمانوں سے خواہ وہ اس طویل و عریض ملک کے کسی علاقے کے ہوں ہماری مکرر درخواست ہے کہ وہ اس کام کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کو اپنا ہی کام سمجھیں۔ ہمیں یقین اور اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر پورا بھروسہ ہے کہ انشاء اللہ مولانا مدظلہ کی مخلصانہ قیادت و بابرکت رہنمائی و نظامت میں اگر احباب و مخلصین نے پوری دلچسپی لی تو ہمارا یہ پیغام نہ صرف ملک کے گوشہ گوشہ بلکہ عالم اسلام کے کونے کونے میں پہونچے گا۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز

(مولانا) معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء

(مولانا) محب اللہ لاری ندوی
مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء

(جناب) مصباح الدین نقوی
مستشار مال ندوۃ العلماء

ماءاللحم خاص

غذائیت سے بھرپور ایک اعلیٰ درجہ کا مرکب ہے۔ اس کے استعمال سے جسم میں نیا خون پیدا ہوتا ہے اور بھوک خوب لگتی ہے۔ آپ کے ۳۰ نظام عضوی کو دوبارہ پھرتیلا بناتا ہے۔

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

پرنٹر، پبلشر، ناظر شعبہ تعمیر و ترقی ندوۃ العلماء نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دھلی میں طبع کرا کر دفتر "تعمیر حیات" ندوہ لکھنؤ سے شائع کیا۔

مرتبہ:
شمس الحق ندوی
محمود الازہر ندوی

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

تلخ حقیقت

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہندوستان کے مختلف فرقوں اور عناصر میں "جذباتی ہم آہنگی" پیدا کرنے کے لئے اقلیتوں میں کام کرنے سے کہیں زیادہ اکثریت میں محنت کرنے کی ضرورت ہے، جس کو خدا نے دیکھنے والی دو آنکھیں عطا فرمائی ہیں، وہ صاف طریقہ پر دیکھ رہا ہے کہ "جذباتی ہم آہنگی" کا فقدان یا اس میں کمی ہے تو اس میں اکثریت کے طرز عمل اس کے بے لوچ سماجی اصولوں اور اس کے نفرت و استکبار کو بہت بڑا دخل ہے۔

یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ جو لوگ ملک کی اصلاح کے لئے کھڑے ہوتے ہیں وہ اکثریت کی اصلاح و تربیت کے پُرمشقت اور محنت طلب کام کو چھوڑ کر اقلیت کو وعظ و نصیحت اور اس کو اخلاقی و علمی درس دینے کے آسان کام کو اختیار کر لیتے ہیں، قوموں کی جدید ذہنی تعمیر و تشکیل اور مختلف عناصر میں دیانت دارانہ و مساویانہ طریقہ پر ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے فرہاد کا جگرا اور قیس کا جنون چاہیئے۔

حیرت کی بات ہے کہ اکثریت کا بے لاگ اخلاقی محاسبہ کرنے اور تمام مصلحتوں اور خطروں سے بے نیاز ہو کر اس کے منہ پر کلمۂ حق کہنے والے افراد بہت کم نظر آتے ہیں اور یہ کسی ملک کا سب سے بڑا اخلاقی اور خطرہ کی نشانی ہے۔

مسلمانوں کا فرض

مسلمانوں کو موجودہ ہندوستان کی خدمت اور تعمیر و ترقی کا فرض انجام دینا ہے اور اس کے لئے دوسرے محب وطن دوستوں کے ساتھ مل کر "جذباتی ہم آہنگی" کے ساتھ اس ملک کا پایہ بلند کرنا اور نام روشن کرنا ہے اس کے لئے کسی قدیم دور، یا کسی قدیم نسل پر فخر اور اس کی طرف انتساب کی عملاً کوئی ضرورت نہیں، جدید ہندوستان خود ایک حقیقت ہے جس کو تنہا ہمیں مدنظر رکھنا چاہیئے۔ جذباتی ہم آہنگی کا تقاضا اسی جدید ہندوستان کی پیداوار ہے اور یہی اس کے لئے مضبوط اور معقول بنیادیں بھی فراہم کرے گا۔

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

تعمیر حیات

لکھنؤ

ہفت روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر (۱۷) | ۲۵ دسمبر ۱۹۷۹ء — ۴ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ | شمارہ نمبر (۴)

زر تعاون

اندرون ملک	۱۶ روپے
فی پرچہ	۸۰ پیسے
بیرون ملک بحری ڈاک جملہ ممالک	۴ پونڈ
ہوائی ڈاک	
ایشیائی ممالک	۶ پونڈ
افریقی ممالک	۷ پونڈ
یوروپ امریکہ	۹ پونڈ

قرآن کریم کا پیام

بدگمانی سے بچو!

(مولانا محمد ادریس مرحوم)

یا ایھا الذین اٰمنو اجتنبو اکثیرا من الظن ان بعض الظن اثم (سورۃ حجرات)

اے ایمان والو! بدگمانی سے بچو۔ بیشک بعض بدگمانی گناہ ہے۔

کسی کی نیت کے متعلق بے وجہ اپنے دل میں اچھا خیال نہ رکھنا یہی بدگمانی ہے اس کی وجہ سے آپس کا میل جول ختم ہو جاتا ہے۔ انسان ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھنے لگتا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ بدگمانی دلوں میں جڑ پکڑتی جاتی ہے اور لڑائی کا اچھا خاصا سامان پیدا ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ بدگمانی سے بچو۔ کیونکہ بدگمانی جھوٹی بات ہے۔

یہ بات بھی مناسب ہے کہ اگر کوئی آدمی ایسا کام کر رہا ہو جس سے دوسرے کو بدگمانی کا موقع ملے تو وہ اس بدگمانی کو دور کر دے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں بیٹھے تھے رات کو آپ کی کوئی بیوی ملنے آئیں آپ ان کو واپس پہونچانے چلے تو راستے میں دو صحابی ملے۔ وہ آپ کو عورت کے ساتھ دیکھ کر واپس جانے لگے۔ آپ نے فوراً آواز دی اور کہا یہ میری بیوی، فلاں ہیں۔ ایک صحابی نے کہا کہ اگر مجھے کسی کے ساتھ بدگمانی بھی کرنی ہوتی تو کیا آپ کے ساتھ کرتا۔ حضور نے کہا کہ شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑ جاتا ہے۔

حاصل یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدگمانی کے موقع کو دور فرما دیا۔

برزخ کی باتیں

(امۃ اللہ تسنیم)

حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ جس نے رات کو کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرے تو جو کوئی دیکھتا تھا وہ بیان کر دیتا تھا، آپ کچھ تعبیر فرما دیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے فرمایا میں نے آج رات کو خواب دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور کہا چلو میں ان کے ساتھ چلا اور چلتے چلتے ایک جگہ پہونچا۔ دیکھا کہ ایک آدمی لیٹا ہے اور ایک آدمی اس کے پاس کھڑا ہے جو کھڑا ہے اس کے ہاتھ میں ایک پتھر ہے، وہ پتھر اس زور سے اس لیٹے ہوئے آدمی کے سر پر مارتا ہے کہ اس کا سر پاش پاش ہو جاتا ہے اور وہ پتھر لڑھک کر دور گر جاتا ہے جب تک وہ پتھر اٹھا کر لائے یہاں اس کا سر بالکل اصلی حالت پر آجاتا ہے پھر وہ اس کو مارنے لگتا ہے میں نے ان دونوں سے کہا سبحان اللہ یہ کون ہیں۔ ان دونوں نے کہا آگے چلو، آگے چلو، ہم آگے بڑھے تو ایک ہنر ملی (روایتی کا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا وہ ہنر جن کی طرح سرخ تھی، ہنر میں ایک بیراک آدمی تیر رہا ہے اور ہنر کے کنارے ایک آدمی کھڑا ہے جس کے پاس بہت سے پتھر ہیں۔ جب ہنر والا آدمی تیرتا ہوا کنارے پر پہونچتا ہے تو اپنا منہ کھول دیتا ہے اور کنارے والا آدمی اس کے منہ میں پتھر کا ٹکڑہ دے دیتا ہے پھر وہ چلا جاتا ہے اور تیرنے لگتا ہے پھر پلٹ کر آتا ہے اس کے ساتھ ہی اس کا منہ بھی کھل جاتا ہے۔ میں نے ان دونوں سے کہا سبحان اللہ یہ کون ہیں؟ ساتھیوں نے کہا آگے چلو آگے چلو، آگے بڑھے تو ایک بہت بدصورت آدمی کو دیکھا۔ ایسا بدصورت آدمی شاید تم نے کبھی نہ دیکھا ہو۔ اس کے آگے آگ ہے وہ اس کو جلاتا ہے پھر اس کے آگے چلتا ہے میں نے کہا یہ کون ہیں انھوں نے کہا بڑھے چلو، ہم آگے چلے اور ایک سرسبز باغ کے پاس پہونچے جس میں ہر قسم کے بہاری شگوفے کھلے تھے اس باغ کے بیچ میں ایک بہت بلند قامت آدمی بیٹھے تھے جن کا سر بلندی کی وجہ سے نظر نہیں آتا تھا۔ ان کے گرد بہت سے لڑکے بیٹھے تھے میں نے ویسے لڑکے کبھی نہیں دیکھے میں نے کہا یہ کون ہیں (انھوں نے کہا چلے چلو، ہم چلے، یہاں تک کہ ایک بڑے درخت کے پاس پہونچے جیسا اس سے بڑا درخت کبھی نہیں دیکھا تھا۔ انھوں نے کہا اس پر چڑھو ہم اس پر چڑھے تو ایک شہر دیکھا جو سونے چاندی کی اینٹوں سے بنا تھا ہم نے شہر کے دروازے پر پہونچ کر دروازہ کھلوایا تو ہمارے لیے کھول دیا گیا جو ہم اس میں داخل ہوئے تو ہم کو کچھ مرد ایسے نظر آئے کہ ان کا کچھ حصہ تو بہت خوبصورت اور کچھ بہت ہی بدشکل میرے ساتھیوں نے ان سے کہا اس نہر میں، گھر جاؤ وہ نہر سفیدی میں مثل دودھ کے تھی وہ لوگ جا کر اس میں اور پرلے جب وہ نکل کر ہمارے سامنے آئے تو ایسے نکھر گئے تھے گویا کبھی برے ہی نہ تھے پھر ان لوگوں نے مجھ سے کہا یہ جنت عدن ہے اور یہ آپ کا مقام ہے میں نے جو نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ ایک محل ابر کے مانند سفید ہے دونوں نے کہا یہ آپ کی منزل ہے۔ میں نے کہا اللہ تم کو برکت دے مجھ کو چھوڑ دو تاکہ میں اپنی منزل میں پہونچ جاؤں۔ انھوں نے کہا آپ ابھی داخل نہیں ہو سکتے۔ میں نے کہا رات بھر عجیب چیزیں دیکھتا رہا اب مجھ کو بتا دیجئے وہ چیزیں کیا تھیں دونوں نے کہا ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں۔

وہ پہلا شخص جس کو آپ نے سب سے پہلے دیکھا جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ قرآن سیکھ لینے والا تھا، قرآن پڑھتا تھا اور چھوڑ دیتا تھا اور فرض نمازوں سے غافل رہتا تھا۔ دوسرا آدمی جس کی کنپٹی لگ رہی تھی سلاخ سے پار کی جاتی تھی وہ صبح ہی صبح نکل کر ایسا جھوٹ بولتا تھا کہ تمام عالم میں پھیل جاتا تھا اور آپ نے تنور پر جو ننگے مرد و عورت دیکھے ہیں وہ بدکار مرد اور عورتیں تھیں، اور آپ نے نہر میں جس آدمی کو تیرتے ہوئے اور پتھر کا لقمہ کھاتے ہوئے دیکھا ہے وہ سود خوار تھا اور جس کریہہ المنظر شخص کو دیکھا وہ آگ جلاتا ہے پھر اس کے گرد دوڑتا ہے وہ جہنم کا داروغہ ہے۔

اور جو آپ نے ایک باغیچہ اور باغیچے کے سامنے ایک لانبے شخص کو دیکھا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور وہ لڑکے جو ان کے گرد بیٹھے دیکھے یہ وہ لڑکے ہیں جو فطرت پر مرے ہیں (برتانی کی ایک روایت میں ہے کہ جو فطرت پر پیدا ہوئے) لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مشرکین کی اولاد آپ نے فرمایا مشرکین کی اولاد بھی، اور وہ لوگ جن کے جسم کا کچھ حصہ خوبصورت اور کچھ حصہ بدصورت تھا یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اچھے برے عمل مخلوط کر دئے اللہ تعالیٰ نے ان سے درگذر فرمایا۔ (بخاری)

ایک روایت میں ہے کہ میں نے رات کو دیکھا کہ میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھے ارض مقدس میں لے گئے، پھر ان تمام باتوں کا جو اوپر گذر چکی ہیں ذکر کر کے فرمایا کہ ہم ایک غار پر پہونچے جو شمل تنور کے تھا، اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے کا کشادہ تھا اس میں آگ بھڑک رہی تھی اس میں

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر)

شمس الحق ندوی

مخلصانہ مشورہ

تعمیر حیات کے اسی شمارہ میں حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی دامت برکاتہ کا ایک بیان موجودہ الکشنی سیاست اور اپنی ذات سے متعلق طرز عمل پر شائع ہو رہا ہے، آپنے فرمایا:۔

"میرے جاننے والے جانتے ہیں کہ میں الکشن کی دنیا کا آدمی نہیں ہوں، میرے نزدیک ملک کا سب سے بڑا اور سب سے اہم اور مقدم مسئلہ یہ ہے کہ ملک کے باشندے آدمی بنیں۔ ان میں شریفانہ اخلاق، انسانی جان و مال و آبرو کا احترام، ذمہ داری کا احساس اور پختہ شہری شعور CIVIL CENCE پیدا ہو، اس مقصد کے لیے تحریک "پیام انسانیت" شروع کی گئی ہے۔ میرے خیالات اور سرگرمیوں سے واقفیت رکھنے والوں کو معلوم ہے کہ میرا اس تحریک سے کیا تعلق ہے۔ اس لئے الکشن کے سلسلہ میں بلا تفریق مذہب و ملت و پارٹی ملک کے عوام کو میرا مشورہ اور پیغام یہی ہو سکتا ہے کہ پارلیمنٹ کے لئے ایسے ارکان کو منتخب کرنے کی کوشش کریں جن کو انسانیت اور آدمیت کے لحاظ سے بہتر سمجھتے ہوں۔ اور جن سے امید ہو کہ وہ سچائی اور دیانت داری سے کام کرینگے اور ملک جس اخلاقی بگاڑ کے سمندر میں ڈوب چکا ہے اس سے اس کو نکالنے کی کوشش کریں گے۔"

اس وقت درحقیقت پورے ملک میں حاسۂ اخلاق کا فقدان شدت سے محسوس ہو رہا ہے۔ انسان کو جس چیز کی ہمیشہ ضرورت رہی ہے وہ اپنی انسانیت کا احساس ہے۔ انسان کی ساری ترقی علوم و فنون کے میدان میں، سائنس و ٹکنالوجی کی دنیا میں، تجارت و صنعت کے دائرہ میں، سب سچ ہیں اگر انسان اپنی انسانیت کے مقام پر نہ رہے کسی خبطی اور جنونی کے ہاتھ اگر کوئی بہت اچھی اور سی موٹر کار آجائے اور وہ اس کو چلا رہا ہو تو کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ اس کی اس گاڑی پر بیٹھیں؟ بعینہٖ یہی حال اس وقت کی ان ترقیوں کا ہے جو ان ہاتھوں سے ہو رہی ہیں جو انسانیت کی صفت سے محروم ہیں۔ دراصل دنیا کی ساری رونق اسی وقت رونق بھی ہو سکتی ہے جب کہ انسان کو انسان کی طرح رہنا دہنا سہنا سلیقہ ہو، اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ محبت، شفقت اور عزت و احترام کے ساتھ پیش آنا دوسرے کی تکلیف پر دل کا دکھنا اور اس کی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرنا، اپنی ذات سے اپنے بھائی کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے دینا اور اپنے عیش و آرام کی خاطر اپنے دوسرے بھائی کی حق تلفی نہ کرنا، شخصی اور خاندانی فوائد و منافع کے لئے اجتماعی اور قومی نقصانات سے بچنا اور انسان کو ہر حال میں انسان سمجھنا اور اپنے دوسرے بھائی کے لیے وہی چیز پسند کرنا جو اپنے لئے پسندیدہ ہو، یہ باتیں انسان کو انسان بناتی ہیں اور انسانی معاشرہ اور سوسائٹی کو استحکام و تقویت پہنچاتی ہیں۔

جس قوم اور معاشرہ میں یہ اوصاف موجود ہوں گے وہ قوم اور معاشرہ ترقی کی منزلیں طے کرے گا، دنیا میں عام طور پر اور بالخصوص ہندوستان میں اس کی غیر معمولی کمی محسوس ہو رہی ہے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی نے انہی احساسات کی وجہ سے پیام انسانیت کے نام سے بلا تفریق مذہب و ملت یہ پیغام دینا شروع فرمایا ہے، انسان انسان کے لئے درندہ نہ ہو کہ وہ اپنے معمولی اور ادنیٰ ترین نفع کی خاطر دوسرے انسان کو نقصان پہونچائے، اذیت میں مبتلا کرے اور عزت و آبرو کو خاک میں ملائے، اپنے جاہ و اقتدار کی خاطر اس کو نہ تو وعدہ خلافی کی کوئی پرواہ ہو اور نہ حقیر سے حقیر اور ذلیل سے ذلیل ترین کام کرنے میں اس کو شرم و عار محسوس ہو، دراصل اس وقت ملک کو اور ہندوستانی قوم کو ہر محاذ پر ایسے باضمیر لوگوں کی ضرورت ہے جو انسانیت کے ضروری اور بنیادی اوصاف سے موصوف ہوں جو دوسروں کے لیے تکلیف برداشت کر سکیں، جو دوسروں کے لیے ایثار و قربانی کر سکیں جو اپنے اصول اور بات کے پکے ہوں اور جن کو کوئی تحریص و ترغیب اور جان و مال کی کوئی بھی لالچ ان کو صحیح راہ سے نہ ہٹا سکے ایسے اشخاص کی زندگی سے ہر شعبہ میں شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی ہے آج کل کی سیاست جو ہماری زندگی کے بہت سے حصوں پر حاوی ہو چکی ہے اور جن کے سربراہوں کو ہم لوگ لیڈر کے نام سے یاد کرتے ہیں ان کے طرز عمل سے بھی بہت ہی مایوسی کی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اس وقت جتنی سیاسی جماعتیں آنے والے الکشن میں حصہ لے رہی ہیں ان کے اہم لیڈروں نے ایسا مظاہرہ کیا ہے جو کسی طرح ان کے نام کو بلند کرنیوالا نہیں، ہمیں یقین ہے کہ حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ العالی نے اپنے بیان میں جو مشورہ دیا ہے کہ اچھی سیرت و کردار والوں کو ووٹ دیا جائے اور کسی سیاسی جماعت سے وابستگی سے تبرّی فرمائی ہے اس میں درحقیقت یہی احساسات مضمر ہیں کسی سیاسی جماعت کا دامن انسانی سیرت و کردار کے معیار پر پاک و صاف نہیں ہے اور نہ آئندہ بظاہر اس کی توقع ہے، جاہ و اقتدار کے حصول کی ایک دوڑ ہے جس میں ہر لیڈر دوسرے سے سبقت لیجانا چاہتا ہے بغیر اس کی پرواہ کئے کہ اس کی اس دوڑ میں انسانیت اور انسانی اصول کس قدر مجروح ہوتے ہیں اس لئے میرے نزدیک سیاسی محاذ پر یہ بات سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے کہ صرف انھیں امیدواروں کو ووٹ دیا جائے جو اخلاق اور انسانی معیار پر پورے اترتے ہوں اور ناظم صاحب ندوۃ العلماء ہولانا

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر)

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے لہذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم، ندوۃ العلماء کا رجحان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ سولہ روپے ارسال فرمایئے، اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو دی۔ پی۔ سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ مع وی۔ پی خرچ ۲۵/۱۹ کے مطالبہ میں وی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنیکی فضیلت اور مسلمانوں کی فیاضی و گرمجوشی

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

جب مسلمانوں کے دلوں میں یہ عقیدہ اچھی طرح مستحکم ہو گیا۔ بلکہ ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا کہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہ بطور امانت اس کے سپرد کر دیا گیا ہے تو اس وقت ان سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ بیواؤں اور شرعی حقوق کی ادائیگی اور ضروریات زندگی کی تکمیل کے بعد جو کچھ بچے اس کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کر دیں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یسئلونک ماذا ینفقون ط قل العفو

(اور لوگ) آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں آپ کہہ دیجئے کہ جو ضرورت سے بچ رہے۔

انھوں نے اس مطالبہ کو پوری گرمجوشی و فیاضی اور انشراح صدر کے ساتھ پورا کیا اس اقرار کے بعد کہ سب مال اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہ صرف اس کے امین، متولی، منتظم اور مٹرسٹی ہیں۔ ہر قربانی ان پر آسان ہو گئی تھی اور یہ بات یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ وہ اپنی ضروریات روک کر اور خود تکلیف اٹھا کر دوسروں پر خرچ کرتے تھے۔

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کی میزبانی کا واقعہ تاریخ میں مشہور ہے اور حق یہ ہے کہ سخاوت و ایثار کی نظیر جو انھوں نے قائم کی وہ انسانی تمدن کی پوری تاریخ . . . . . .

. . . . نہایت نادر و کمیاب ہے۔ ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے رسول اللہ مجھے سخت بھوک اور فاقہ ہے۔ آپ نے اپنے یہاں دریافت فرمایا۔ وہاں کچھ نہ تھا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی آدمی ہے جو اس شخص کی اس رات میزبانی کرے۔ یہ سن کر ایک انصاری (حضرت ابوطلحہؓ) کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ میں ہوں یا رسول اللہ، اس کے بعد وہ اپنے گھر گئے اور بیوی سے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں جو کچھ یہاں کو بھیج کر دیا جائے۔ انھوں نے کہا کہ صرف بچوں کا کھانا ہے۔ انھوں نے کہا کہ جب شام ہو جائے تو بچوں کو کسی طرح بہلا کر سلا دو اور آؤ تو چراغ بجھا دو۔ ہم لوگ رات اسی طرح گزار دیں گے۔ انھوں نے کہا اور یہی کیا۔ صبح ہوئی تو یہ انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں اور فلاں پر یہ کام بہت پسند آیا۔ یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آل اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی

ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ۔

اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود فاقہ میں ہی ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ "جب کوئی اپنے پاک مال (اور اللہ تعالیٰ صرف پاک مال ہی پسند کرتا ہے) سے کچھ صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے اگرچہ کھجور ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں بڑھتا رہتا ہے اور اتنا بڑھ جاتا ہے کہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے یا بکری کے بچہ کی پرورش کرتا ہے۔

انھیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ایک آدمی کھلے میدان میں جا رہا تھا کہ اس نے بادل سے ایک آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سینچ دو چنانچہ بادل اپنی جگہ سے ہٹا اور سب پانی ایک قطعہ آراضی میں انڈیل آیا وہاں ایک تالاب یا گہرا نالہ تھا جہاں سارا پانی بھر گیا اس نے اس پانی کی طرف چلنا شروع کیا تو دیکھا کہ ایک آدمی کھڑا اس پانی سے اپنے کھیت سینچ رہا ہے۔ اس نے پوچھا اللہ کے بندے تمھارا نام کیا ہے، اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بادل سے سنا تھا۔ اس نے پوچھا کہ اللہ کے بندے تم نے ہمارا نام کیوں پوچھا، اس نے کہا کہ میں نے اس بادل میں سے جس کا یہ پانی ہے۔ اس نام کے ساتھ ایک آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سینچ آؤ۔ اب مجھے بتاؤ کہ تم اس کھیت میں کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا اب جب کہ تم پوچھ ہی رہے ہو تو سنو، میں اس کی پیداوار کا ایک تہائی حصہ صدقہ کر دیتا ہوں اور ایک تہائی سے اپنا اور اپنے اہل و عیال کی پرورش کرتا ہوں اور ایک تہائی دوبارہ اسی میں لگا دیتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "کوئی صبح ایسی نہیں گزرتی کہ دو فرشتے نہ اترتے ہوں جن میں ایک یہ کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والوں کو اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ اے اللہ بخیل کے مال کو تلف کر دے۔

ایک اور روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ بعض لوگوں نے بکری ذبح کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس میں سے کچھ بچا ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا کہ اس میں سوائے ایک دست کے کچھ نہیں بچا آپ نے فرمایا کہ سوائے دست کے سب کچھ بچ گیا۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی وعید سنائی ہے اور دنیا میں برے انجام اور آخرت میں برے حشر سے آگاہ کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی اس کا مال قیامت کے دن ایک سانپ کی شکل میں لایا جائے گا جس کی دو زبانیں ہوں گی وہ اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا وہ اس کو اپنے دونوں جبڑوں میں جکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ولا یحسبن الذین یبخلون الخ

حضرت ابوہریرہؓ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب مال غنیمت لوٹ کا مال بن جائے، امانت مال غنیمت ہو جائے، زکوٰۃ جرمانہ اور تاوان بن جائے اور علم کو غیر دین کے لیے سیکھا جانے لگے۔ شوہر اپنی بیوی کی فرمانبرداری کرے اور ماں کی نافرمانی کرے، دوست کو قریب دے۔ باپ کو دور کرے، مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں۔ قبیلہ کی سرداری اس کے سب سے زیادہ فاسق آدمی کے ہاتھ میں آجائے اور قوم کا سردار وہ ہو جو ان میں سب سے زیادہ رذیل ہو۔ آدمی کی عزت صرف اس کے شر سے بچنے کے لیے جانے لگے۔ گانے والیاں اور باجے عام ہو جائیں۔ شرابیں پی جانے لگیں اور اس امت کے آخری دور کے لوگ دور اول کے لوگوں کو مطعون کرنے لگیں۔ . . . . . اس وقت انتظار کرو سرخ آندھی کا، زلزلہ کا، دھنسنے کا، مسخ ہونے کا اور آفات کی بارش ہونے کا اور خدا کی فنا بندگی کے اس طرح پے در پے ظہور کا جس طرح کوئی لڑی ٹوٹ جائے۔ اور یکے بعد دیگرے دانے گرنے لگیں۔

ان فضائل اور ترغیب و ترتیب کی آیات و احادیث کا اثر یہ تھا کہ مسلمان خود اپنے نفوس کے نگراں بن گئے تھے وہ ایک طرف بیت المال کے لیے رضاکارانہ طور پر رقم اکٹھا کرتے تھے اور دوسری طرف اہل حاجت اور فقراء کے وکیل اور نمائندے بھی بن گئے تھے۔ وہ زکوٰۃ کے مستحقین اور اس کے صحیح مصارف کے لیے بہت فکر و توجہ اور دیانت کے ساتھ جستجو کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا حق جلد سے جلد ان سے ادا ہو جائے۔ جب تک وہ کام پورا نہ کر لیتے تھے ان کو کھانے پینے اور کسی چیز میں لطف نہ آتا تھا۔ صحابہ کرام اور تابعین کی زندگی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا رویہ اور طرز زندگی کیا تھا اور ایمان میں ترغیب و ترہیب کی ان احادیث نے ان کے دلوں کو کس درجہ متاثر کیا تھا۔ زکوٰۃ درحقیقت ان کے لیے نماز کی طرح فرض جبکی ادائیگی کے لیے ایک سچا مسلمان دل سے بے قرار ہوتا ہے اور جب تک نماز پڑھ نہ لے اس کے دل کو کسی طرح سکون نہیں ملتا۔

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

تیسری عالمی سیرت کانفرنس منعقدہ قطر

(عبداللہ محمد الحسنی ندوی)

۵ محرم الحرام ۱۳۹۰ھ کو دولۃ قطر میں عالمی سیرت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں ہر ملک کے چوٹی کے علماء و مفکرین شریک ہوئے۔ اس وقت کانفرنس ہونا کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ اب ایک فیشن بن گیا ہے لیکن یہ کانفرنس اور دوسری کانفرنسوں سے مختلف نوعیت کی تھی اور کما و کیفاً بہت بڑھی ہوئی تھی کچھ تو اس کے داعی کا جذبہ و خلوص کچھ وقت کی اہمیت و تقاضے، کچھ موضوع کی عظمت اور اس سے تعلق و محبت نے اس کی اہمیت اور نافعیت کو دوچند کر دیا تھا۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور حضرت مولانا کے طفیل مجھے بھی اس میں شرکت کی سعادت بخشی اور عالم اسلام کے چیدہ و برگزیدہ علماء و مفکرین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ عالم اسلام کا شاید ہی کوئی بڑا عالم و مفکر ہو جو اس میں شریک نہ ہوا ہو (انشاء اللہ ان میں اہم حضرات کے نام آگے آئیں گے)۔

یہ اپنے موضوع کی تیسری کانفرنس تھی پہلی ۱۳۹۶ھ میں پاکستان میں منعقد ہوئی جس کا بہت دنوں تک چرچا رہا اور خاص طور سے پاکستان و ہندوستان کے اکثر و بیشتر علماء شریک ہوئے۔ دوسری ۱۳۹۷ھ میں ترکی میں منعقد ہوئی اور تیسری کانفرنس ۱۴۰۰ھ میں قطر میں منعقد ہوئی۔

اس کانفرنس کے علمی و فکری فوائد و . . . . کے ساتھ ساتھ حکومت نے اس قدر اعلیٰ پیمانہ پر انتظامات کئے تھے کہ سارے ہی حاضرین انتظام کی حسن و خوبی کی تعریف کر رہے تھے حکومت نے اپنے سارے وسائل ان مندوبین کے لیے وقف کر دیے تھے۔ اعلیٰ معیار کے ہوٹل میں ٹھہرنے کا انتظام تھا اور ٹیلیفون (دنیا کے کسی گوشے میں کیا جائے) ٹیکسی اور گاڑیوں وغیرہ کا اچھا انتظام کیا گیا تھا۔ اس طرح وہ تمام شعبے جو انتظامیہ کمیٹی کے زیر اہتمام تھے وہ بہت مستعدی و پوری لگن سے کام کر رہے تھے۔

حضرت مولانا کا پہلے پروگرام یہی تھا کہ بمبئی سے دوحہ تشریف لے جائیں لیکن رابطہ کا ایک اہم کمیٹی میں شرکت کی غرض سے مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے اور ڈھائی دن قیام کر کے وہاں کے سوئی وفد (جن میں رابطہ کے سکریٹری جنرل شیخ علی الحرکان بھی تھے) کے ساتھ جدہ سے دوحہ کے لیے روانہ ہوئے۔ جہاز بحرین سے بدلنا تھا وہاں ایک دوسرے سعودی وفد سے ملاقات ہو گئی جو ریاض سے آرہا تھا اس میں شیخ عبدالفتاح ابوغدہ وغیرہ تھے۔ اب یہ پورا قافلہ ایک ہی جہاز سے اسی دن حجرات کی شب کو دوحہ پہنچا وہاں ایرپورٹ پر لوگ موجود تھے۔

وہاں سے ہم لوگ سیدھے Hostel روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر کمرہ تک پہنچنے میں زیادہ تاخیر نہیں ہوئی اور جلد ہی ہم لوگ اپنے اپنے کمروں میں پہونچ گئے۔ جلسہ شنبہ ۵ محرم الحرام ۱۳۹۰ھ سے شروع ہونا تھا لیکن ڈیلی گیٹ تڑکے سے پہونچ رہے تھے اور اس وقت بھی اچھی خاصی تعداد پہونچ گئی تھی اور دوسرے دن جمعہ کی شام تک تو کثر حضرات تشریف لا چکے تھے۔ دوسرے دن افتتاحی جلسہ تھا اس دن حضرت مولانا کے نام ایک خط آیا کہ عالم اسلام سے جو وفود آئے ہیں ان کے نمائندے کی حیثیت سے تقریر آپ کو کرنی ہے آپ مقالہ تیار کریں حضرت مولانا نے فرمایا کہ اتنی جلدی تو تیاری ممکن نہیں جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا کہہ یا جائے گا ورنہ یہاں جو ان کے علماء و مفکرین موجود ہیں ان میں سے کوئی بھی اس کام کو انجام دے سکتا ہے۔ دوسرے دن جلسہ کا افتتاح وہاں کے ولی عہد شیخ حمد آل ثانی نے کیا۔ یہ افتتاحی جلسہ قیام گاہ سے تقریباً ۱۵ میل دور ہوتا تھا۔ موٹر گاڑیاں تیار تھیں۔ تقریباً ہر دو شخصوں پر ایک گاڑی تھی اور بعض اہم لوگوں کے لیے تو مستقل ایک ایک گاڑی دی گئی تھی حضرت مولانا کے لیے بھی ایک گاڑی خاص تھی موٹروں کا یہ جلوس چند لمحوں کے بعد ہال کے پاس تھا جہاں عالم اسلام کے علماء و مفکرین اور دانشور جمع ہو رہے تھے۔

ہال پورا بھرا ہوا تھا، ہال نہایت آراستہ و پیراستہ، زیب و زینت سے مزین اور اس کے دونوں جانب نہایت خوشنما دلآویز تختیاں لگی ہوئی تھیں جن پر اِنَّ ھٰذِہٖ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً اور لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ دو آیتیں کندہ تھیں لوگ اسٹیج کی طرف دیکھ رہے تھے اور سکوت طاری تھا کہ اچانک اناؤنسر نے اعلان کیا کہ چند لمحوں بعد اس مبارک تقریب کا آغاز قاری محمد طٰہٰ کی تلاوت قرآن پاک سے کریں گے۔ تلاوت کلام پاک شروع ہوئی تو سماں بندھ گیا اور پوری فضا اس نورانی و عطر بیز کلام سے معطر و منور ہو گئی تلاوت کے بعد قطر کے ولی عہد نے (جن کا کانفرنس کا افتتاح کرنا تھا) قطر کے بادشاہ خلیفہ بن حمد آل ثانی کا وہ مقالہ پڑھ کر افتتاح کیا جس سے وہ خود افتتاح کرنے والے تھے۔ اس میں انھوں نے علماء و مفکرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ امید ہے آپ ہمارے داعیہ ہیں کہ جس مقصد کے لیے یہ کانفرنس منعقد کی جا رہی ہے اس کو پورا کر لایا جائے وہ مقصد ہے کہ پوری انسانیت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سنت و طریقہ کار کو ہم پیش کریں تاکہ پوری انسانیت کو تاریکیوں سے نکال کر خدا ہی کی طرف لائیں۔ اور آج مجھے یہ اعلان کرتے ہوئے فخر و مسرت محسوس ہو رہا ہے کہ حکومت قطر شرع و قانون اور عقیدہ و مسلک میں اسلامی اصول کی پابند ہے اور اس نے تعلیم کا مقصد بھی یہ بنا رکھا ہے کہ ایسے نوجوان تیار ہوں جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھنے والے۔ اسلام پر فخر کرنے والے اور اس کی تعلیمات کے پیروکار ہوں اور میں یہ اعلان کر کے سعادت حاصل کر رہا ہوں کہ انشاء اللہ حکومت قطر ان قراردادوں و توصیات کو نافذ کرنے میں جو آپ حضرات پیش فرمائیں گے ہر اول دستہ ثابت ہوگی۔

اس کے بعد وہاں کے چیف جسٹس شیخ عبداللہ بن زید المحمود کی تقریر ہوئی

تقریر مرصع اور ایک حد تک مقفیٰ تھی۔ اس میں انھوں نے سنت کی اہمیت اور سیرت کی افادیت کے پہلو پر زور دیا اور دشمنان اسلام کی سیرت رسول دسنت مطہرہ کے خلاف ریشہ دوانیوں سے آگاہ کیا اور ان کو ہر وقت ان کے مقابلہ کے لیے تیار اور ان کی ایسی کاوشوں سے ہوشیار رہنے کو کہا۔ اور تیسرا مقالہ مولانا اسلامی کے نائب صدر ظفر الاسلام صاحب نے سنایا۔

جو لکھی تقریر حضرت مولانا کی تھی جو عالم اسلام سے آئے ہوئے وفدوں کی نیابت میں کرنی تھی، آپ کی بے چینی دبے قراری سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ گویا آپ زبان حال سے کہہ رہے ہوں ؎

ابر چھٹ میں احباب درد دل کہہ لے
پھر انفعات دل دوستاں رہے نہ رہے

آپ نے تقریر تو مختصر فرمائی لیکن ایسی کہ دل درد سے گرما دیا آنکھیں نم ہو گئیں اور از دل جزد بر دل ریزد کا سماں بندھ گیا اور تقریر کے اختتام پر سامعین بار بار دہانے کے لیے لوٹ پڑے یہ تقریر ٹیلیویژن سے دو مرتبہ کمل نشر کی گئی جس سے پورے ملک میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ جیسے دیندار طبقہ کی عید ہو گئی ہو۔

مولانا نے تقریر سنر وع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرے لیے بڑی مسرت کی بات ہے کہ عالم اسلام کے ایسے برس برس علماء اور ایسی محترم شخصیتوں کی نیابت کروں اور آپ سے کچھ عرض کروں۔ اس خدمت کے انجام دینے سے مجھے دوہرا شرف حاصل ہوا کیونکہ اس کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پر امت کی ترجمانی کے سلسلہ میں منعقد کی جارہی ہے۔

پھر مولانا نے فرمایا کہ آسمانی شریعتیں سلیم فطرتوں اور اخلاقی تعلیمات کا جس چیز کی ذات اور پستی پر اتفاق ہے وہ احسان فراموشی اور ناشکری ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لئن شکرتم لأزیدنکم ولأن کفرتم ان عذابی لشدید اور دوسری جگہ آیا ہے الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا وأحلوا قومھم دار البوار۔

پہلی سیرت کانفرنس پاکستان میں منعقد ہوئی جو احسان شناسی اور شکر گذاری کا ایک رمز تھا کیونکہ بعثت محمدی علی صاحبھا الف الف سلام کے اس نومولود قوم کو تاریکیوں سے، باطل پرستی سے، اوہام وخرافات سے نکال کر نور اسلام کی طرف لائی اور بہترین بت پرستی سے نکال کر توحید سے روشناس کیا اور اسی بعثت محمدی نے ہم سلمانوں کو ہندوستان میں گائے کی پرستش، گوبر کے تقدس، شجر وحجر کی عظمت اور دریاؤں کی عبادت سے نجات دلائی۔ اس قوم پر اس بعثت کا بڑا ہی احسان ہے جس کا احسان ماننا اس کا دینی ہے اور جو اس کی سلامتی فطرت کی دلیل ہے حق تو یہ تھا کہ یہ کانفرنس ہندوستان میں منعقد ہوتی۔ اس کی ترجمانی علامہ اقبال نے کیا خوب کی ہے وہ فرماتے ہیں ؎

نے خدا ساختم از نگاہ وحی
نے حضور کاہنان افگندہ سر
نے سجودے پیش معبودان پیر
نے طواف کوہ تنگ سلطان ودیر

ایں ہمہ از لطف بے پایان تست
فکر ما پروردۂ احسان تست

دوسری کانفرنس ترکی میں ہوئی وہ بھی احسان مندی اور شکر گذاری کا ایک مظہر تھی۔ اسی بعثت کے طفیل اس ترک قوم کو امید بھیڑیے کی عبادت سے نجات ملی وہ ترک قوم جس کو اللہ نے فکری صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ اس قوت وہمت والی قوم کو اس محمد دوارا کن اور تنگ وتاریک خندقوں سے نکال کر جس میں وہ ہر چیز سے دور انسانیت کے الہام سے دور اس کی تعلیمات سے دور حیات وحکمت سے دور اور عزوہ فکر وطریق سے دور زندگی گذار رہی تھی نکال کر اس وسیع وعریض اور مبارک میدان میں لا کھڑا کیا اور قیادت وسیادت کے ایسے منصب رفیع پر بٹھا دیا جس نے دسویں صدی ہجری میں تقریباً پورے عالم اسلام کی رہنمائی کی اور حرمین شریفین کی خدمت کا موقع اللہ نے عنایت فرمایا جیسا کہ تاریخ میں آتا ہے کہ جب سلیم شاہ اول کا ذکر دمشق کی مسجدوں میں سے ایک مسجد میں ہوا تو وہاں کے خطیب نے جمعہ کے خطبہ میں کہا اور اس کو ملک الحرمین الشریفین سے یاد کیا تو اس نے مصلیٰ بچھا کر زمین کو بوسہ دیا اور سجدہ ریز ہو کر کہا نہیں نہیں بلکہ خادم الحرمین الشریفین۔

اس مومن ترک کی قوم کے درمیان اور اس کے اللہ ورسول پر ایمان اور اس کی تعلیمات کے درمیان کوئی قوت حائل نہیں ہو سکی۔

پھر فرمایا، یہ تیسری کانفرنس اور وہ بھی وقت اور موزوں جگہ میں ہو رہی ہے جہاں تک وقت کا تعلق ہے وہ ہندوستان کی صدی کی آمد آمد ہے اور جگہ جزیرۃ العرب ہے۔

اب جزیرۃ العرب پر واجب ہے اسلام جیسی نعمت کو پہچاننے اور احسان فراموشی سے کام نہ لے اور میں صاف کہتا ہوں کہ احسان فراموشی اور ناشکر گذار نہ ہو کیونکہ یہ وہی عظیم نعمت ہے جس نے جزیرۃ العرب کو عزلت نشینی، جنگ وجدال اور گھناؤنی جاہلیت سے نکالا اور اسی بعثت محمدی نے جزیرۂ عرب کو کچھ نہیں سے سب کچھ بنا دیا۔ تجھے اس وقت خلیفہ ہارون الرشید کا وہ جملہ یاد پڑتا ہے جو اس نے ایک بادل کے ٹکڑے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا جب وہ ٹکڑا وہاں سے بغیر برسے چلا جا رہا تھا اس نے اپنے سر کو اس طرف اٹھایا اور کہا جہاں جی چاہے برس تجھیں تو ہمارے ہی پاس آئے گا۔ اگر ہارون کو عمر نوح مل جاتی اور ساڑھے نو سو سال زندہ رہتا تو زندہ بغداد کا حاکم ہوتا اور نہ عراق کا چہ جائیکہ ایسی حکومت جس کی کوئی حد وانتہا نہیں بلکہ میں اللہ پر بھروسہ کر کے دو قدم اور آگے بڑھ کر کہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن عباس وہ تمام علم کے ساتھ جس سے اللہ نے اس کو نوازا تھا اور جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے اللہ اس کو حکمت عطا فرما اور فہم دین سے نواز، ابھی زندہ رہتے بلکہ میں ایک قدم اور آگے بڑھتا ہوں کہ اگر حضرت عباس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے بھی زندہ ہوتے اور بعثت محمدی نہ ہوئی ہوتی لا سمح اللہ بنی الملک تو ان کو ملک کی امارت حاصل نہ ہوتی اور ان کی مجال نہ ہوتی کہ کمر کر اس طرح سر اٹھا کر چلتے چہ جائے کہ اس دیس وعریض عالم میں جو کچھ بھی اس وقت جزیرۃ العرب میں دکھائی دے رہا ہے وہ آپ ہی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض اور آپ کی بعثت کا کرشمہ ہے۔

پھر مولانا نے فرمایا۔ اس وقت علامہ اقبال کا ایک شعر بار بار پڑھ رہا ہے میں اس کو اسی زبان میں دہراتا ہوں جس میں انھوں نے کہا تھا کیونکہ یہاں ایک تعداد پاکستانیوں کی بھی نظر آرہی ہے ؎

از دم سیراب آں امی لقب
لالہ رست از ریگ محمل عرب

میرے بھائیو اندازہ کرو اور اپنے ماضی کی طرف لوٹو جو کچھ دور نہیں بلکہ میں کہتا ہوں کہ ماضی قریب کی طرف رجوع کرو، معاملہ کوئی پیچیدہ نہیں ہے اور نہ گتھی الجھی ہوئی ہے اور نہ تیرہ صدیوں کا معاملہ رگ پٹھا ہے۔

اپنے ماضی قریب کی طرف واپس جاؤ جزیرۃ العرب کی کیا حالت تھی اور وہ کہاں پہونچ گیا تھا یہ عربی نژاد قوم کس رنج پر تھی اور کس دھارے میں بہہ رہی تھی۔ یہ مسخدہ امارات کہاں تھیں ہماری دعا تحقیق اور پوری عزت وتوقیر کے باوجود اور یہ سعودی عرب کی حکومت کہاں تھی اللہ تعالیٰ اس کو نعمتوں سے محفوظ رکھے اور اس کی پوری پوری حفاظت فرمائے اور پاکستان ایران کہاں تھے اور کہاں ہم لوگ اس بارک موقع پر جمع ہو سکتے تھے جو سیرت مبارکہ اور سنت مطہرہ کا مبارک موقع ہے نہیں خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا اگر پہ ہزاروں لاکھوں سال گذر جاتے۔ جواب دیکھنے والے چلے جاتے مگر اس اشعار ختم کر دیتے کا ہن اپنی پوری قوت صرف کر دیتے اور دابالا کھوں صفحات سیاہ کر ڈالتے نہ تو اس امت کو یہ مقام حاصل ہوتا اور نہ جزیرۃ العرب کو یہ اہمیت ملتی اور

(بقیہ ص ۱۵ پر)

سلطان عبدالحمید ثانی اور پان اسلامک تحریک

- محمود الاعظمی ندوی

سلطان عبدالحمید ثانی کی ذات کو قوم پرستوں نے اس قدر مطعون کیا کہ ان کی اصل شخصیت اور کردار پر نہ چھٹے بادل چھا گئے۔ ان کو بدنام کرنے کے لیے مغربی ذرائع ابلاغ سے یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ انجمن نوجوانان ترک جن کی اکثریت مغربی ممالک کی پروردہ تھی نے ترکی کو بچا لیا ورنہ سلطان ترکی کو مکمل تباہ کرنے پر تلا ہوا تھا۔ وقت اور عہد کے بدلتے ہی حقیقت سامنے آگئی اور قوم پرستوں کی سازش کا علم ہو گیا۔ حزب عربوں نے بھی مسلم ایسے مفاہیم سپرد قلم کئے جس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ کس کے آلہ کار تھے اور ان کی پشت پناہی کون کر رہا تھا اور ان لوگوں کے کیا مقاصد تھے اور اس میں وہ کس حد تک کامیاب ہو گئے اس ذہن کو سامنے رکھ کر ہمارے مقالہ نگار نے ایسے موضوع کا انتخاب کیا جس سے حقائق کا علم ہو جاتا ہے۔ اسی موضوع پر کوئی یکجا معلومات نہ تھی۔ شامی ریسرچ اسکالر نے اس کو پوری دیانت اور ماخذ کے حوالہ سے پیش کیا کہ سلطان عبدالحمید کو کس طرح سازش کے ذریعہ انجمن نوجوانان ترک نے دستبرداری پر مجبور کیا۔

مرفق بن الرجہ شامی ریسرچ اسکالر نے اسلامی انسٹی ٹیوٹ قاہرہ سے سلطان عبدالحمید ثانی اور پان اسلامک تحریک کے عنوان پر پی ایچ ڈی (ایم۔اے) کی ڈگری حاصل کی ہے ان کا دای دا ڈاکٹر علی حسن خیر بوطلی نگراں پروفیسر اور عین شمس یونیورسٹی قاہرہ میں تاریخ اسلامی کے پروفیسر اور ڈاکٹر رجب حراز قاہرہ یونیورسٹی میں تاریخ جدید کے پروفیسر اور ڈاکٹر احمد السفر اوی ازہر یونیورسٹی میں دراسات اسلامیہ کے پروفیسر نے لیا۔ مقالہ نگار نے اس کو دو اہم حصوں میں تقسیم کیا ہے پہلے حصہ میں مقدمہ منجانب مقالہ نگار اور سات ابواب ہیں اور دوسرے حصہ میں ضمیمہ، دستاویزات اور کچھ نقشے ہیں جس سے اس مقالہ کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے مقالہ ذیل کے ابواب میں اور فصلوں میں منقسم ہے جس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ مقالہ نگار نے اس کو کتنی جانفشانی سے مرتب کیا ہے۔

مقالہ کا پہلا حصہ سات ابواب پر مشتمل ہے ان میں سے پہلا باب سلطان عبدالحمید ثانی کی شخصیت ان کے ہم عصر اشخاص اور ان کے زمانہ کے اہم واقعات ہیں یہ پانچ فصلوں میں منقسم ہے پہلی فصل میں سلطان عبدالحمید کی شخصیت اور ان کا بچپن اور ان کی تربیت اور مدحت پاشا کا کردار جیسے واقعات سے کر عبدالحمید کی زمام اقتدار تک کے حالات کا ذکر ہے۔

اور انجمن نوجوانان ترک جس نے ان کو برطرف کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

دوسری فصل میں عثمانیوں کے مغربی اور اصلاحی پروگرام جو عبدالحمید سے ماقبل تھے اور عربی زبان کو اپنے قانونی اور اصولی یا دفتری یا فوجی اصلاحات کے ذریعہ بایہ تکمیل تک پہونچنا، انکشاری تحریک کی انشوفا اور غیر ملکی مشنری وظیفوں میں شامل ہیں۔

تیسری فصل میں پان اسلامی تحریک کا اندرون ملک میں نفاذ جو تھی فصل میں پان اسلامی تحریک کا شکار اور بیرونی ملکوں سے تعلقات۔

پانچویں فصل میں پان اسلامی تحریک کا شکار اور ریاستوں اور دولت عثمانیہ کے مابین تعلقات کا استحکام اور ان کے مابین ریلوے لائن کی تعمیر۔

باب ثانی

عبدالحمید ثانی اور پان اسلامی تحریک موافق ومخالف نجرانہ کے عنوان سے ہیں یہ تین فصلوں میں منقسم ہے۔

۱۔ پان اسلامی تحریک کا تکمیل صوری امامی اور استرانی کے آئینہ میں جن کا

بقیہ صفحہ

پارلیمنٹ کے لئے ایسے امیدواروں کو منتخب کیجئے جو انسانیت کے لحاظ سے بہتر ہوں

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

میں سعودی عرب اور خلیج کی بعض ریاستوں کی کچھ مذہبی وعلمی کانفرنسوں کی شرکت کے لئے ۱۸ر نومبر کو لکھنؤ سے روانہ ہو گیا تھا اس سفر سے لکھنؤ میری واپسی ۱۲ر دسمبر کو ہوئی معلوم ہوا کہ پارلیمنٹ کے الکشن کے سلسلہ میں حمایت ومخالفت کرنے والوں میں میرا ذکر بھی اخبارات میں اور لوگوں کی زبانوں پر آرہا ہے میرے جاننے والے جانتے ہیں کہ میں الکشن کی دنیا کا آدمی نہیں ہوں میرے نزدیک ملک کا سب سے بڑا اور سب سے اہم اور مقدم مسئلہ یہ ہے کہ ملک کے باشندے آدمی بنیں۔ ان میں شریفانہ اخلاق انسانی جان ومال وآبرو کا احترام ذمہ داری کا احساس اور کچھ شہری شعور (CIVIC SENCE) پیدا ہو اس مقصد کے لیے تحریک "پیام انسانیت" شروع کی گئی ہے اور میرے خیالات اور سرگرمیوں سے بھی واقفیت رکھنے والے کو معلوم ہے کہ میرا اس تحریک سے کیا تعلق ہے اسلیے الکشن کے سلسلہ میں بلا تعریف مذہب وملت وپارٹی ملک کے عوام کو میرا مشورہ اور پیغام یہی ہو سکتا ہے کہ وہ پارلیمنٹ کے لیے ایسے ارکان کو منتخب کرنے کی کوشش کریں جن کو انسانیت اور آدمیت کے لحاظ سے بہتر سمجھتے ہوں اور جن سے امید ہو کہ وہ دیانت داری سے کام کریں گے اور ملک جس افلاس

بقیہ صفحہ ۷:

تھیں تھا کہ خلیفہ زمین پر خدا اللہ ہے اور اسی تخیل کو سلطان عبدالحمید اور ان کے رفقاء نے اختیار کیا۔

۲۔ پان اسلامی تحریک کا انتخاب

۳۔ سلطان عبدالحمید ثانی کے زوال (۱۹۰۹ء) کے بعد پان اسلامی تحریک کا انجام۔

باب ثالث

تیسرے باب میں مغربی افکار کی یلغار سے اسلامی سوسائٹی کے متاثر ہونے کا ذکر ہے اور پان اسلامی تحریک کا تقابلہ نسل پرستوں اور علاقائی جھگڑوں کا اجمالی اور اس کا مقابلہ ان حالات کو مرتب نے چار فصلوں میں تحریر کیا ہے۔

۱۔ دولت عثمانیہ کو زوال پذیر بلکہ ختم کرنے میں عیسائی مشنریوں اور اور مستشرقین کا کردار۔

۲۔ اقلیتوں کے مسائل اور دولت عثمانیہ کی مختلف ماتحت رعایا کے مابین تنقات کی جرابی کی ذمہ داری۔

۳۔ طرز ادب کو سیاست اور قابل فکر قرار دینا۔

۴۔ اس کے جواب میں قرآنی زبان کا احیاء اور فصیح زبان کی نشأۃ ثانیہ اور ادب ونثر کی سمت افزائی خاص طور سے قومی معاملات میں۔

باب رابع

چوتھے باب میں فاضل مقالہ نگار نے سلطان عبدالحمید سے برسر پیکار مغربی کا تذکرہ کیا ہے اور یہ تین فصلوں میں ہے۔

۱۔ سلطان عبدالحمید کی اسلامی علاقوں اور خاص طور سے فلسطین اور سرحد سے پہلے قبلہ اور حرمین شریفین کے بعد تیسرے کی حفاظت کے لیے دارالہجرۃ کی بستگی۔

۲۔ صیہونیوں کی ناکام واپسی اور سلطان کی ان کے وعدوں اور دھمکیوں کو ٹھکرا دینا جس نے یاسونیت کی مدد کی۔ آرمینی مطالبے اور عثمانی اختیارات کا بے موقع استعمال اور دولت عثمانیہ کے خلاف نسل پرست اور تخریب پسند عناصر کی سازش وانکشاف۔

۳۔ دو تہائیوں (دو غیر ملکی آزاد جو مسلمان ہو کر حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے) کو غیر ملکی القاب کے حصول میں تسلط سلطان عبدالحمید کے خلاف۔

باب خامس

خلافت اسلامیہ کو ختم کرنے میں عیسائی صلیبیت کا کردار یہ تین فصلوں میں ہے

۱۔ یورپین سامراج میں صلیبی روح چرنکنے کی ذمہ داری اور مستشرقین کا کردار۔

۲۔ برطانیہ اور اس کے حلیف ممالک کا کردار اور مصطفیٰ کمال کی تحریک اور کیپٹن ارم اسٹرونگ اور برطانوی محکمہ جاسوسی کے درپردہ مصطفیٰ کمال کے خیالی کارنامے۔

۳۔ خلافت پر داخلی محاذ سے ضرب لگانے کے لیے حسین بن علی کی قیادت میں عرب بغاوت کو بڑھانے میں انگریزوں کا کردار اور حسین کے بعد اس کے لڑکے فیصل کی شام کے تخت پر تاجپوشی اور اس کے بعد عراق پر۔

باب سادس

چھٹا باب فرانس کے قدیم تخیل مشرقی شہنشاہیت کے قیام پر ہے اور یہ چھ فصلوں میں ہے۔

۱۔ ترکی کی خفیہ تنظیموں کی بہت افزائی اور تشجیع میں فرانس کا کردار اور انقلاب فرانس کے اثرات اور الیطالین تنظیم کاربوناری کی فکری اور تنظیمی اثرات ..... مربی اول فرانس کی زیر سرپرستی۔

۲۔ عربوں کی خفیہ تنظیموں کی نشأۃ ثانیہ اور فرقہ وارانہ منافرت کو بڑھاوا دینا کہ ماردنی ہیں کہ عیسائی۔

۳۔ ۱۹۱۲ء عرب چوٹی کانفرنس جو "لوزہ" کی راجدھانی میں ہوئی تھی کہ سیاسی اور نشریاتی سمت افزائی سے فائدہ اٹھانا۔

۴۔ اس فصل میں مقالہ نگار نے ان واقعات کو پیش کیا ہے جو شامی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے مارشل لاء کورٹ کے سامنے پیش کیے تھے اور ان افراد کو جو بیروت دمشق اور بیت المقدس میں ۱۹۱۶-۱۹۱۵ کے درمیان پھانسی دے دی گئی۔

باب سابع

ساتواں اور آخری باب خلافت اور پان اسلامی تحریک کے طلوع وغروب پر گفتگو پر مشتمل ہے اور وہ چار فصلوں میں منقسم ہے۔

۱۔ پان اسلامک تحریک میں افغانوں کا طرز فکر مقالہ نگار نے اس فصل میں بعید از قیاس اور پوشیدہ چیزوں کو افغان موقف اور ان کے جماعت کا تعلق اور ایک بڑی اکثریت کا ماسونیت سے تعلق اور بعض کے انگلینڈ اور محکمہ جاسوسی سے تعلق اور افغانیوں کے مختلف نام کابل، فارسی اور چینی وغیرہ کو ان افغانیوں کی خود نوشت مستند شدہ خطوط کے ذریعہ پیش کیا ہے۔

۲۔ وہ اصلاحی تحریکات جو پان اسلامک تحریک کے سازگار ثابت ہوئیں۔ جیسے ینگ مین اتحاد کا تشکیل۔ سوڈان میں مہدی کی تحریک۔ نجد وحجاز میں وہابیت اور لیبیا میں سنوسانیت وسنوسیت اور ایران وہندوستان اور شام کے بعض حصوں میں اسماعیلیت۔

۳۔ تیسری فصل میں ان چیزوں کو پیش کیا گیا ہے جس میں برطانیہ نے خلافت عربیہ کو خلافت عثمانیہ کے مقابل پیش کیا تاکہ اس کو کمزور کردے اور ان چیزوں کو برطانیہ کے ان دستاویزات کے ذریعہ پیش کیا گیا ہے جو لندن کے میوزیم میں موجود ہیں۔

۴۔ چوتھی فصل میں پان اسلامی تحریک موجودہ افکار وخیالات میں اور خلافت کا ایجابی وسلبی تقرار اور خلافت اجتہاد اور اسلامی حکمرانوں کے متعلق فقہاء کرام کی رائیں۔

ابوالفضل ندوی

ہماری تہذیب کے تابندہ نقوش

اس وقت کی مرتل یافتہ دنیا موجودہ افکار ونظریات اور مختلف ازم اسمات کے داعی ہیں کہ انسانیت کی فلاح بہبود ی کے لیے وہی اصول وقوانین صحیح ودرست ہیں جو ہم پیش کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ وہ اسلام اور اسلامی اصولوں پر تنقید کرتے ہیں اور باور کرانا چاہتے ہیں کہ انسانیت کے درد کا درماں اسلام کے پاس نہیں اسلام اب ایک داستان پارینہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور پھر اپنے فکر ونظریہ کی وکالت میں زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔ یہ نظریات مفسد دمغرب ممالک میں جاری ہیں ہیں۔ مگر انسانیت ہے کہ پریشان اور ہر آن آگ کے دہانے پر کھڑی ہے۔ دعوے بہت ہیں لیکن آپ اس تہذیب جدید کی پیداوار میں سے کوئی قابل تقلید نمونہ پیش کرنا چاہیں تو نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہوگا اور اس نے انسانیت کی بربادی کے جو سامان مہیا کیے ہیں ان کی کمی نہیں وہ تو ایسے ہیں کہ کلیجہ پھٹ جائے ذرا سی ہزاروں بار ساری دنیا کو آن کی آن میں جہنم بنا سکتے ہیں اور کوئی ایسی چیز جو دوسروں کے لیے نمونہ یا چراغ راہ ثابت ہو اس تہذیب میں ڈھونڈنا چاہیں تو اس کا ملنا اتنا مشکل ہوگا جتنا آگ میں پانی کا جمع کرنا۔

بخلاف اس کے اسلامی تہذیب کے نقوش جو دوسروں کے لیے اور آنے والی نسلوں کے روشنی کا مینار ثابت ہوں، دیکھنا چاہیں تو ہماری تاریخ ان واقعات اور شاہکاروں سے بھری ہوئی ہے اور وہ نقوش اسلام کی ان پاکیزہ تعلیمات کے نتیجہ میں ہیں جو انسانوں کو انسانیت کا سبق پڑھاتے ہیں اور ان کے احساس وشعور میں یہ روح پھونکتے ہیں کہ برائی برائی ہے چاہے غریب کر رہا ہو یا امیر حاکم کر رہا ہو یا محکوم غلط کام پر حاکم کو اس طرح ٹوکا وتنبیہ کیا جا سکتا ہے جس طرح محکوم کو اعلیٰ اور ادنیٰ میں فرق وامتیاز نہیں برتا جائے گا، نہ ہی حکومت کا جاہ وجلال اور سطوت ورعب غلط کو غلط کہنے سے روک سکتا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ حاکم وقت کو اس روک ٹوک کو نہ صرف گوارا کرنا پڑتا ہے بلکہ اپنی غلطی پر ندامت اور اس سے باز آنے کا اعلان کرنا پڑتا ہے۔

اس وقت ہم آپ کے سامنے اس کی صرف ایک مثال پیش کریں گے جو مغربی تہذیب کے داعی کبھی نہیں پیش کر سکتے ظاہری چمک دمک کے سوا وہاں کوئی ایسی چیز نہ ملے گی جس سے دوسروں کو روشنی حاصل ہو مگر پھر بھی ان کو اپنی تہذیب پر ناز ہے اور اسلامی تہذیب پر زبان طعن دراز ہے۔

اسلامی تاریخ میں مدینۃ الزہراء کا بہت ذکر آتا ہے اور اس کی زیب وزینت اور آرائش وسجاوٹ کا بڑا شہرہ ہے۔ تاریخ میں آتا ہے کہ خلیفہ کو اس شاں ودرہ روزگار شہر کی تعمیر سے ایسی دلچسپی تھی اور اس کی دیکھ بھال میں اس کو ایسا انہماک تھا کہ اس میں ایک دن اس کی جمعہ کی نماز قضا ہو گئی۔

اس نے مدینۃ الزہراء کے وسط میں ایک بڑا ایوان تعمیر کرایا جس کی زیبائش کا یہ عالم تھا کہ اس کے بیل بوٹے سونے چاندی کے بنائے گئے تھے۔ اس ہال کی تعمیر میں اس طرح پانی کی طرح پیسہ بہایا گیا تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ جب یہ پورا شہر مکمل ہو گیا تو بادشاہ نے اس کے افتتاح کی تقریب منائی اور لوگوں کو جمع کیا۔ پہلی افتتاحی تقریب جامع مسجد میں جمع کے دن ہوئی۔ خطیب وامام قاضی منذر بن سعید تھے۔ تقریر بادشاہ وقت کی طرف سے تھی اور کسی معمولی بات پر نہیں بلکہ پورے ایک ایسے شہر کے افتتاح کے سلسلہ میں تھی جو بادشاہ کی توجہ وتجسس کا مرکز تھا لوگ کیا کیا تو قعات لے کر جمع ہوئے تھے کہ آج افتتاحی تقریب میں اس عظیم کارنامہ پر بادشاہ کو داد دی جائے گی اس شاہی شہر کی تعریف میں الفاظ کے موتی بکھیرے جائیں گے۔

بادشاہ عبدالرحمن الناصر کا دل بڑی اچھل رہا تھا کہ اس کی آرزو دل کا خواب شہر مدینۃ الزہراء آج خطیب اس کی تعریف میں کیا کچھ نہ کہے گا اور داد وتحسین کی صدا میں بلند ہوں گی۔ مگر ہوا کیا؟ قاضی کی زبان کھلی تو اس طرح جس طرح استاذ اس گھڑی باز طالب علم کو ڈانٹا وتنبیہ کرتا ہے جو پڑھا لکھا کچھ بھلا کر صرف الٹ پلٹ کو سجانے اور نئے فیشن میں اپنا وقت گنواتا ہے۔

قاضی نے بات شروع ہی یہاں سے کی:۔

(انتبنون بکل ریع آیۃ تعبثون وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون واذا بطشتم بطشتم جبارین فاتقوا اللہ واطیعون واتقوا الذی امدکم بما تعلمون امدکم بانعام وبنین، وجنات وعیون انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم۔

جلالتمآب جو ہر دیکھی جگہ پر نشان تعمیر کرتے ہو اور محل بناتے ہو شاید تم ہمیشہ رہو گے

←

حیراں ہوں گے

(قطعہ بزدی)

پھر وہی شوق تمنا وہی ارماں ہونگے
وہی کرسی کے لئے خواب پریشاں ہونگے
وہی بچے، وہی بوڑھے وہی گلیاں ہونگی
وہی لغرے، وہی بیمار، وہی ساماں ہونگے
ووٹ لینے کے لئے پھر وہی دلکش وعدے
وہی لیڈر، وہی قسمیں، وہی پیماں ہونگے
پہنکر جامہ شرافت کا جو پھرتے ہیں سبھی
کل یہی لوگ بھری بزم میں عریاں ہونگے
پھر وہی چور وگرہ کٹ، وہی غنڈے سارے
پھر وہی لوگ الیکشن میں نمایاں ہونگے
ان کے وعدے جو کبھی یاد دلائیں گے انھیں
اپنا منشور یہ خود دیکھ کے حیراں ہونگے
بعد الیکشن کے نہیں پوچھنے والا کوئی!
ووٹ دیکر بھی ہمیں اُلٹے پشیماں ہونگے
ٹوکہاں جائیگا کچھ اپنا ٹھکانہ کر لے
ہم تو کل بھی اسی کھڈ میں دلِ ناداں ہونگے
چھا رہی ہیں جو الیکشن کی گھٹائیں یارو
پی کے بدمست "بڑے" صاحبِ ایماں ہونگے
چلو اچھا ہے کچھ اپنا بھی چلے گا دھندہ
ہم بھی واقف کسی حیلے میں عزیزاں ہونگے

اسلامی ملکوں کی اقوام متحدہ کے قیام سے مسلمانوں کے مسائل حل ہو جائینگے

انسان کو اسلام کے سوا
کسی ازم سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا

ڈاکٹر ادیکان

اور جب تم کسی کو پکڑنے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو تو خدا سے ڈرو۔ اس سے جس رحم کو ان چیزوں سے مدد دی جن کو تم جانتے ہو ڈرو۔ اس نے تمہیں چوپایوں اور بیٹوں سے مدد دی اور باغوں اور چشموں سے، پھر کیا تمہارے بارے میں بڑے (سخت) دن کے عذاب کا خوف ہے"۔

قاضی پر اس اعرابی بچہ کا ایسا اثر تھا کہ انجام و عواقب کی پروا کئے بغیر آبدیدہ ہو کر فرمایا: امیر المومنین میں ہیں سمجھتا تھا کہ شیطان (خدا اسے برباد کرے) اس حد تک آپ پر غالب آچکا ہے کہ خدا فراموشوں کی منزل میں لا کھڑا کر دیا۔ آپ نے اپنے محل کے بیل بوٹوں کو سونے سے بنوایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ولولا ان یکون الناس امۃ واحدۃ لجعلنا لمن یکفر بالرحمٰن لبیوتھم سقفًا من فضۃ ومعارج علیہا یظھرون ولبیوتھم ابوابًا وسررًا علیہا یتکئون وزخرفًا، وان کل ذالک لما متاع الحیوۃ الدنیا والاٰخرۃ عند ربک للمتقین۔

"اور اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی جماعت ہو جائیں گے تو جو لوگ خدا سے انکار کرتے ہیں ہم ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے اور ان کے گھروں کے دروازے بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگاتے ہیں اور (خوب) تجمل اور آرائش (کر دیتے) اور یہ سب دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے اور آخرت تمہارے پروردگار کے یہاں پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ (انھن اسس بنیانہ علی شفا جرف ھار فانھارا بہ فی نار جھنم، فواللہ لایحدثنی العزم الا لمین، الا یزال بنیانھم الذی بنوا ریبۃ فی قلوبھم الا ان تقطع قلوبھم واللہ علیم حکیم) یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گہرے جانے والی کھائی کے کنارے رکھی کہ وہ اس کو دوزخ کی آگ میں لے گری اور خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا یہ عمارت جو انھوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں (موجب) خلجان رہے گی (اور ان کو سرد رد رکھے گی) مگر یہ کہ پاش پاش ہو جائیں اور خدا جانے والا حکمت والا ہے۔

قاضی نے ایسا نقشہ کھینچا کہ حاضرین اقتضائی جلد بھول گئے۔ خلیفہ کے رعب و داب کا احساس جاتا رہا۔ ہر شخص پر گریہ کی کیفیت طاری تھی دلہائے فگار اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں مسجد داد و تحسین کے بجائے آہ و بکا کی صداؤں سے گونجنے لگی۔ بادشاہ تھا کہ شرم و حیا اور ندامت و خفیف و غضب کے ملے جلے جذبات میں سر جھکائے بیٹھا تھا۔ مگر جرأت گفتار نہ تھی۔ نماز ختم ہوئی تو بادشاہ غضب میں بھرا ہوا مسجد سے نکلا اور اپنے بیٹے حکم کے کہا خدا کی قسم آج سے اس قاضی کے پیچھے جمعہ کی نماز نہیں پڑھوں گا۔ بیٹے نے عرض کیا کہ آپ ان کو عہدۂ قضاء سے معزول کیوں نہیں کر دیتے بیٹے کے الفاظ سن کر خلیفہ نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے کچھ سوچ کر جواب دیا ہرگز نہیں منذر بن سعید جیسے قاضی فضل و کمال اور متقی عالم کو اپنے سرکش نفس کو راضی کرنے کے لیے معزول نہیں کر سکتا ان کے سوا کسی اور کو قاضی بنا کر خدا کے روبرو شرمندہ ہوں گا۔ خلیفہ نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ محل میں لگے ہوئے سونے چاندی کے بیل بوٹوں کو نکال دینے کا حکم دے دیا۔

آج کے جمہوری دور میں اس دور میں جس میں برابری و مساوات کے دعوے کئے جاتے ہیں کوئی جج کسی وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ نہیں بلکہ کسی معمولی درجہ کے ہیڈ دار پر اس طرح کی تنقید کرے تو تنقید کرنے والے کا حشر کیا ہوگا؟ وہ اپنی کرسی پر کتنی دیر بیٹھ سکے گا؟

ہماری تہذیب کی خصلت و شرکت

مدینۃ الزہرا میں نہیں بلکہ قاضی منذر بن سعید کی بروقت تنبیہ و بے لاگ تقریر اور خلیفہ کے تحمل نے نہیں بلکہ محل سے سونے چاندی کے بیل بوٹے کو زوال دینے میں ہے

اسی خلیفہ ناصر کا واقعہ ہے کہ وہ اپنی ایک بیوی کے لیے محل تعمیر کرانا چاہتا تھا جس جگہ اس محل کا بنطاط پایا اس کے قریب کچھ غیر یہودیوں کا چھوٹا سا مکان اور حمام تھا۔ قاضی منذر بن سعید البلوطی کی دیکھ بھال فرماتے تھے جب خلیفہ نے ان بستیوں سے اس زمین کے بیچنے کا مطالبہ کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ قاضی کی اجازت سے یہ مکان و حمام بیچا جا سکتا ہے۔ جب خلیفہ نے قاضی سے مکان و حمام بیچنے کا مطالبہ کیا تو قاضی صاحب نے بہت بے تکلفی سے فرمایا کہ مکان بیچنے کے تین سبب ہو سکتے ہیں یا تو بیٹیوں کی ضرورت نے ایسی اس مکان کو بیچنے پر مجبور کر دیا ہو یا مکان از کار رفتہ و بوسیدہ ہو چکا ہو یا مکان کی قیمت اس کی مالیت سے بہت زیادہ مل رہی ہو۔

چنانچہ بادشاہ نے کچھ لوگوں کو مکان کی قیمت لگانے کے لیے بھیجا ان لوگوں نے جو قیمت لگائی قاضی صاحب اس سے مطمئن نہیں تھے لہذا مکان دینے سے انکار کر دیا انکار کے بعد خلیفہ نے ابصار دیہ اختیار کیا جس سے محسوس ہوا کہ وہ جبراً "مکان لے لے گا لہذا قاضی نے مکان گرا دینے کا حکم دیا اور مکان گرا دیا گیا اس کا ملبہ اس سے کہیں زیادہ داموں میں بیچا جو بادشاہ کے آدمیوں نے لگایا تھا۔ خلیفہ کو اپنی غلطی اور قاضی صاحب کی ناگواری کا احساس ہوا تو گھر گرانے کا سبب پوچھا۔ قاضی نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا میں نے قرآن کے اس فرمان پر عمل کیا (أما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر فأردت ان اعیبھا وکان وراءھم ملک یأخذ کل سفینۃ غصبًا۔

وہ (کہ وہ جو کشتی تھی) غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کر کے اپنی کشتیاں چلا کر گذارہ کرتے تھے اور ان کے سامنے (کی طرف) ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں (تاکہ وہ اسے غصب نہ کرے)

آپ کے ہمراہیوں نے جو قیمت مکان کی لگائی تھی اس سے کئی گنا تو ہم نے اس کا ملبہ بیچا ہے اب زمین باقی ہے آپ جتنے میں چاہیں خرید لیں۔ قاضی کی اس جرأت کا نتیجہ اگرچہ آج کی مغربی تہذیب کے آئینہ میں دیکھیں جس پر مغرب کو ناز ہے اور وہ ساری دنیا کو اپنا شاگرد اور اپنے دسترخوان کا پزیرہ چین سمجھتا ہے تو خوف و سلاسل یا کم از کم درجہ یہ کہ معزولی ہو گا مگر یہ وہاں کیا ہوا خلیفہ اپنے کئے پر پچھتایا اب اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے قاضی کے انفاس کو فرمایا کہ جس پر عمل کرنے کی ذمہ داری تو ہم پر نہیں ہے وہ تو اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اسی ناصر کے آخر عہد میں بڑا شدید قحط پڑا۔ قاضی منذر نے صلوٰۃ استسقا کا اعلان کیا اور اس کی تیاری کی تین دن پہلے سے روزہ رکھا استغفار کیا۔ لوگوں کے حقوق جو ان پر باقی تھے اس کا جائزہ لیا اور سب کو ادا کیا یا ان لوگوں سے معافی مانگی جب نماز کے لیے نکلے تو مردوں، عورتوں، بچوں کا ہجوم ان کے ساتھ نکلا۔ اس کے بعد قاضی نے ایک شخص کو جو بادشاہ کے خواص میں سے تھا بھیجا کہ جا کر دیکھو بادشاہ کس حال میں ہے۔ اس شخص نے آکر بتایا کہ آج سے زیادہ تو میں نے بادشاہ میں خوف و خشیت کی ایسی کیفیت دیکھی ہی نہیں۔ لوگوں سے الگ تھلگ مٹا میلا لباس پہنے ہوئے سر جھکائے ہوئے رو رہے ہیں توبہ و استغفار کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں اے اللہ میری آپ کے ہاتھ ہی میں ہے کہیں ہے گناہوں کے سبب آپ رعیت کو عذاب میں مبتلا فرمائیں گے۔ آپ سارے حاکموں کے حاکم ہیں۔ آپ سے بھاگ کر میں کہیں جا نہیں سکتا آپ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں۔

یہ تفصیل سن کر قاضی خوش ہو گئے خادم سے چھتری منگائی اور فرمایا اب اللہ تعالیٰ پانی برسائے گا۔ جب زمین کے ظالم کے اندر حقیقت پیدا ہو گئی تو آسمان کا مالک رحم فرمائے گا۔ پھر الحاح کر دعا مانگنی شروع کی۔ آہ و بکا نالہ و فریاد اور توبہ و استغفار کی صداؤں سے فضا گونج اٹھی۔ قاضی دعا کر کے اٹھے ہی تھے کہ بادل اٹھے اور زوروں کی بارش شروع ہو گئی۔

کیا اسلامی تہذیب کا مذاق اڑانے والے اہل مغرب یا ان کے شاگرد ایسی کوئی ایک مثال بھی پیش کر سکتے ہیں۔؟ یہ ہماری ہی تہذیب کا ایک حصہ ہے۔ اسی نے یہ نقش قائم کیے ہیں اور وہی رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے روشنی کا مینار ہے مغربی تہذیب کے ساختہ پرداختہ کسی ایک حاکم کو آپ پیش کر سکتے ہیں جو اپنے کئے پر پچھتایا اور رویا ہو سوچئے اور سوچئے۔ ●●

حرم شریف کا سانحہ، ایک لمحۂ فکریہ

۲۰ نومبر کو منگل کے دن حرم کعبہ میں جو سانحہ پیش آیا۔ اس کی صحیح اور مکمل تفصیلات ابھی تک منظر عام پر نہیں آئیں۔ خدا کا شکر ہے کہ پانچ دن بعد ان ملحدین کا صفایا کر دیا گیا ہے اور حرم شریف کا تقدس بحال کرنے میں کامیابی ہوئی ہے۔ اس سانحہ سے پورے عالم اسلام اور دنیا بھر کے مسلمانوں میں اضطراب اور بے چینی کی لہر دوڑ جانا ایک فطری بات تھی۔ ہر مسلمان کی خواہش ہے کہ اس سانحہ کی تفصیلات اور اس کا پس منظر سامنے آئے۔ ہمیں توقع ہے کہ سعودی حکومت اس سلسلے میں ایک مفصل رپورٹ شائع کرے گی اور دنیا بھر کے مسلمان جو بیتابی کیفیت میں گوش بر آواز ہیں انھیں تفصیلات مہیا کر کے مطمئن کرے گی۔

اس حادثہ کے ظاہری اسباب جو کچھ بھی ہوں وہ تو سامنے آہی جائیں گے۔ مگر ضروری ہے کہ اس کے چند باریک پہلوؤں کا مطالعہ بھی کیا جائے۔ جنھیں ہمارے نزدیک بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

۱۔ اسلامی عقیدے کے مطابق کعبہ مشرفہ رحمت خداوندی اور تجلیات الٰہی کا مرکز ہے آسمان سے رحمت الٰہی کے فرشتوں سب سے پہلے بیت اللہ شریف پر ہوتے ہیں اور پھر وہاں سے پوری . . . عالم میں اس کی تقسیم ہوتی ہے۔ بیت اللہ شریف کا کسی سانحہ سے دوچار ہونا حق تعالیٰ کی شدید ترین ناراضی اور اس کے غضب کی علامت ہے اور امت مسلمہ کی وہ بدعملیاں جو غضب الٰہی کو دعوت دے رہی ہیں اور جن کا زوال حرمین شریفین کی طرف بڑھ رہا ہے۔ وہی اس سانحہ کا اصل باعث ہیں تاریخ شاہد ہے کہ بیت اللہ شریف کو کوئی ناگہانی حادثہ اسی وقت پیش آیا جب کہ انسانی بدعمل کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک پڑا۔

۲۔ دنیا میں اگر کوئی خطہ امن ہے تو وہ حرم کعبہ ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے "ومن دخلہ کان آمنًا" اور جس کی عزت و حرمت قبل از اسلام بھی محفوظ رہی اگر باپ کا قاتل بھی حرم میں پناہ گیر ہوا تو اسے بھی وہاں نہیں چھیڑا گیا۔ بلکہ اس پر آب و دانہ بند کر کے اسے حرم سے باہر نکلنے پر مجبور کیا گیا۔ لیکن ہماری بدقسمتی کی انتہا ہے کہ ہمیں اس وقت جب کہ صدی کا آخری سال شروع ہو رہا تھا چند ملحدین نے حرم مقدس کے امن کو پامال کیا اور اسے سرکار کارزار میں تبدیل کر دیا۔ ہر مسلمان کی خواہش ہے کہ اس سانحہ کی تفصیلات اور اس کا پس منظر سامنے آئے۔ ہمیں توقع ہے کہ سعودی حکومت اس سلسلے میں ایک مفصل رپورٹ شائع کرے گی اور دنیا بھر کے مسلمان جو بیتابی کیفیت میں گوش بر آواز ہیں انھیں تفصیلات مہیا کر کے مطمئن کرے گی۔

۳۔ یہ سانحہ اس وقت پیش آیا ہے جب دنیا بھر کے اسلامی ممالک میں پندرہویں صدی کے جشن استقبال کی دو سالہ تقریبات کا سلسلہ شروع کیا جا رہا تھا۔ یہ سانحہ اس پر بھی تنبیہ ہے کہ اس قسم کے جشن اور یہ نمائشی تقریبات اسلام کے مزاج سے کوئی میل نہیں کھاتے۔ یوں تو ہماری زندگی کے بہت طور اطوار لائق اصلاح ہیں۔ لیکن جو کام خالص اسلام کے نام پر اور اسلام ہی کی سربلندی کے لیے کیا جائے کم از کم اس کو تو اسلام کے مزاج سے ہم آہنگ ہونا چاہیئے۔ اسلام کی اس طرح کے جشنوں سے، فقر و بیانات سے کافر قوموں سے مقابلوں اور رسالوں سے سربلندی نہیں ہوتی۔ اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کا راز اس میں ہے کہ بغیر کسی نام و نمود اور نمائش و آرائش کے اسلام کے احکام اور ان کی تعلیمات کی شدت سے پابندی کی جائے یہاں تک کہ مسلمان کا ہر نقشہ طور و طریق اور عقیدہ و عمل اسلام کی طرف انسانیت کی کشش کا ذریعہ بن جائے۔ بدقسمتی سے عالم اسلام اور اس کے رہنما شدید تضاد کا شکار ہیں ایک طرف "اسلام اسلام" کا نعرہ پوری بلند آہنگی سے بلند کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف عملی زندگی اسلام سے عموماً اور قرآن سے قول و فعل کا یہ تضاد بھی عذاب الٰہی کو دعوت دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اے ایمان والو! تم کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک شدید ناراضی کا باعث ہے یہ امر کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں"۔

۴۔ سرزمین حرم انسانیت کا ملجا و ماویٰ ہے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے "مرکز ثقل" کی حیثیت رکھتی ہے مگر یہ ساری کشش درعنائی محض اس کے مصدر ایمانی اور مرکز روحانیت ہونے کی بنا پر ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے بھی اس کا تعارف "وادی غیر ذی زرع" کی حیثیت سے کرایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب میں دولت کی ریل پیل سے پہلے دنیا طلبی کے لیے کوئی شخص اس طرف کا رخ نہیں کرتا تھا۔ لیکن جب سے عرب کی زمین سیال سونا اگلنے لگی ہے۔ اس کی کیفیت ہی نرالی تبدیل ہونا شروع ہوئی۔ اب انسانوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ دنیا طلبی کی خاطر وہاں کا رخ کرتے ہیں اور باہر سے سیلانی دنیا کے مختلف ملکوں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جنھیں وہاں جا کر ذوق عبادت تو کیا نصیب ہوتا، حرم محترم کے تقدس و حرمت کا بھی کما حقہ لحاظ نہیں کرتے۔

ادھر یہود و نصاریٰ نے مسلمانوں کو تفریق لہسپری کی چاٹ لگانے کے لیے وہاں سالانہ بیلنے کا انبار لگا رکھا ہے یہی اس کا نتیجہ ہے کہ نہ صرف وہاں رہ کر لوگ داڑھی صاف کرنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ وہاں سے واپس آنے والے حجاج کرام اور زائرین بھی وہاں سے دنیا ہی کا کوڑا اکٹھا کر کے لاتے ہیں۔ یہ صورت حال اہل قلوب کے لیے ایک مدت سے خطرہ کی علامت بھی ہو رہی تھی مگر اضافہ ہی ہے کہ اس "ذوق" میں کمی نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ بڑھتا ہی چلا گیا جب مسلمانوں نے اپنی حماقت سے کہ مکہ اور مدینہ طیبہ کے مقدس خطے کو بھی ہیرس اور سنڈن کے بازاروں کا ہم شکل بنا دیا۔ اور یہ دنیا طلبی کی کیفیت "مرکز تجلیات" کو منہ دکھانے لگی تو حق تعالیٰ شانہ نے اس حادثہ کی شکل میں تنبیہ اور سرزنش فرمائی۔ یہ ایک ابتدائی سرزنش ہے اگر صورت احوال میں تبدیلی نہ ہوئی تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے مزید عتاب و عقاب کا خطرہ سروں پر منڈلا رہا ہے۔

۵۔ سعودی عرب میں دولت کی ریل پیل کا اثر صرف یہی نہیں ہوا کہ اس مقدس ترین روحانی مرکز کو مادی مرکز بنا لیا گیا بلکہ اس کا ایک اثر خود سعودی باشندوں خصوصاً وہاں کے سربرآوردہ افراد پر بھی ہوا کہ ان میں وہ کمزوریاں در آئیں جو اہل دولت کی طرفداری کا فطری نتیجہ ہیں۔ الحمد للہ کہ سعودی عرب میں اسلامی قانون رائج ہے اور وہاں کے حضرات بہت سی دینی خدمات بھی بجا لاتے ہیں لیکن دولت کا سیلاب ان اخلاق اور روحانی کو بہائے لیے جا رہا ہے جو اسلام کا طغرۂ امتیاز ہیں۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن کے نئے حرم کے سامنے نصب کیے جا رہے ہیں۔ مرد و زن کا اختلاط ایک دہائی شکل اختیار کر رہا ہے تصویرات اور مجسمہ کا ذوق عام ہو رہا ہے اور اسلام جس سادگی اور حسن ایثار، جس قناعت کی تعلیم دیتا ہے وہ دن بدن ناپید ہوتی جا رہی ہے۔ خدانخواستہ یہ مادیت کا سیلاب اگر اسی رخ بہتا رہا تو اسلام کی روح کو یکسر بہا لے جائے گا۔ بہت ممکن ہے کہ یہ سانحہ سعودی حکومت اور اس کے ذمہ داروں کے لیے بھی تنبیہ ہو کہ وہ اپنی روش تبدیل کریں۔ کیونکہ رب کعبہ غیرت والا ہے۔

۶۔ جس سرپھرے گروہ نے حرم شریف کی بے حرمتی کی ہے کہا جاتا ہے کہ اس کا لیڈر مہدی موعود ہونے کا مدعی تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح مہدویت کے جھوٹے دعوے بہت سے لوگوں نے پہلے بھی کیے ہیں اس لیے ہمیں

(بقیہ صفحہ ۱۶ پر)

کمبوچیا میں خون مسلم کی ارزانی، مسجدوں کے کھنڈروں میں سوروں کے باڑے کھل گئے

اقوام متحدہ کے ایوانوں میں دنیا کے مختلف ملکوں کے نمائندے ہر مہینے کمبوچیا کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے ہیں۔ اس بحث میں شرکت کرنے والوں میں بعض مسلمانوں کے نمائندے بھی شامل ہیں۔ جب دستور مسلم دنیا کے یہ نمائندے بھی پول پاٹ کی معزول حکومت اور ہنگ ماہرین کی برسر اقتدار حکومت میں کسی ایک کے جائز ہونے اور دوسری کے ناجائز ہونے کے بارے میں متزلزل ملکوں کے پھیلائے ہوئے قانون موشگافیوں کے دلدل میں دھنسے جارہے ہیں۔ یہ ہماری بے حسی ہے بالاعلی کہ نہ اقوام متحدہ میں اور نہ اقوام متحدہ کے باہر کسی مسلمان ملک کے نمائندے نے کمبوچیا کے مسلمانوں کی المناک داستان پر لب کشائی کی ہے۔ کیا یہ سستی وابستگیوں نے دل مسلم کو اتنا بے حس اور ضمیر کو اتنا مردہ کر دیا ہے کہ اپریل ۱۹۷۵ء سے جنوری ۱۹۷۹ء تک کمبوچیا کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم اور ان کے قتل عام پر کہیں سے کوئی آواز نہیں آئی اور سیاسی مصلحتوں نے مسلم حکومتوں کے لب سی دیے ہیں یا پھر قاتلوں کے پشت پناہوں کے پروپیگنڈے نے ان کو گونگا اور بہرا بنا دیا ہے۔

پول پاٹ کی حکومت نے اپنے چار سالہ دور حکومت میں .... اپنے ۳ لاکھ ہم وطنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اخبارات و رسائل میں چھپنے والے یہ رپورٹ میں اب کوئی الزام نہیں رہی ہیں اس لیے کہ اس سال کے اوائل میں سرحدی نسکہ میں ہونے والے غیر وابستہ ملکوں کے وزرائے خارجہ کے رابطہ بیورو کے اجلاس میں معزول پول پاٹ کے دست راست اپا نگ سری نے دنیا بھر کے اخبار نویسوں کے سامنے اعتراف کیا اور یہ اعتراف خود ہمارے اخبارات میں بھی چھپا کہ پول پاٹ کے چار سالہ دور حکومت میں تیس لاکھ افراد ہلاک کیے گئے۔ ان بدنصیبوں میں واحد مسلمان قیدی عام کے مسلمان بھی شامل تھے۔

پول پاٹ نے امریکہ نواز لون نول حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد ۷ مئی میں اعلان کیا کہ کمبوچیا صرف کھمر قوم کا وطن ہے اس لیے آج سے تمام سماں اور مذہبی گروہ اپنے لسانی یا تہذیبی، نسلی، قومی اور مذہبی تشخص کو ختم کر کے اپنے عوام کو کھمر قوم میں ضم کر دیں اپنے اس اعلان پر عمل کرتے ہوئے پول پاٹ حکومت نے لوگوں کو مذہب ترک کرنے پر مجبور کیا جماعت گاہوں کو فوجی بیرکوں جیلی خانوں حتی کہ اصطبلوں میں تبدیل کر دیا اور اس کی مزاحمت کرنے والوں کو تہ تیغ کیا گیا اس ظلم و تشدد سے کمبوچیا کے مسلمان بھی محفوظ نہیں رہے۔

مسلمانوں کو ہراساں کرنے اور انھیں اپنے مذہب سے برگشتہ کرنے کے لیے معزول پول پاٹ حکومت نے مسلمانوں کے رہنما ہاری رد موس اور ان کے نائب حاجی سلیمان کو مجمع عام میں قتل کر دیا اس طالمانہ کارروائی پر بھی مسلمانوں نے سر خم نہیں کیا تو پول پاٹ نے ان پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑنے شروع کیے جس کے نتیجے میں کمبوچیا کی مسلم آبادی کا تین چوتھائی حصہ قتل کر دیا گیا۔ حال ہی میں پول پاٹ اور اس کے ساتھیوں پر ان کی غیر موجودگی میں قوم نیچوں میں جو مقدمہ چلایا گیا اس مقدمے کی سماعت کے دوران منظر عام پر آنے والے حقائق پر غور کرنے کے لیے کافی ہیں اس مقدمے میں عینی شہادتوں نے بتایا کہ پول پاٹ کے فوجیوں نے جام قبضے کے مسلمانوں کو پکڑ کر پانچ پانچ اور دس دس کی تعداد میں جمع کیا اور ان کے ہاتھ اکٹھے پیشت پر باندھ گئے اور ان کے پیروں کے ساتھ پتھر باندھ کر زندہ دریائے میکانگ میں پھینک دیا تاکہ وہ مچھلیوں کی غذا کا بنیں اور ان ظالموں نے لرزا ئیدہ مسلمان بچوں کو پلاسٹک کی تھیلیوں میں بند کر کے درختوں کے ساتھ الٹا باندھا اور ان کے تڑپنے اور دم گھٹ کر مرنے کا تماشا دیکھتے رہے۔ والدین کے سامنے بچوں کو ٹانگوں سے پکڑ کر درختوں سے مار مار کر ان کا بھیجا نکال دیا ان لرزہ خیز مظالم کے نتیجے میں کمبوچیا میں مسلمانوں کا جس

(بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

تعمیر حیات کی

اشاعتِ خاص

- مولانا عبدالسلام قدوائی ندویؒ
- مولانا سیّد محمد الحسنیؒ
- مولانا اسحاق جلیس ندویؒ

کے حالات، واقعات، علمی و ادبی خدمات، خصوصیات و کمالات اور کارناموں پر مشتمل ہوگا۔ اس میں ہند اور بیرون ہند کی ممتاز علمی شخصیتوں کے تعزیتی خطوط کے عکس، علمی، ادبی، بین الاقوامی تنظیموں کی تعزیتی قراردادیں، اخبارات و رسائل کے تعزیتی نوٹ، نیز مرحومین پر حضرت مولانا کے علیحدہ علیحدہ مفصل مضمون، علمی کارناموں کی تفصیلات اور اہل تعلق کے قابل قدر مضامین شامل ہیں۔ یہ شمارہ تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہوگا۔ ہم نے اس کو آخر دسمبر تک نذر قارئین کرنے کا اعلان کیا تھا مگر اکشن کی ہماہمی کے سبب کتابت و طباعت کا کام ناممکن ہوگیا اب ہم انشاء اللہ الکشن بعد یہ نمبر پیش کر سکیں گے۔

(منیجر)

مولانا عبدالماجد دریابادی کے چند خطوط

(از: محمد عتیق الرحمٰن ایم۔ اے علیگ)

علامہ شبلی نے ہندوستان میں علم و ادب اور دین کی خدمت و اشاعت کے لیے جو اہم قافلہ تیار کیا تھا اس کے ایک اہم فرد مولانا عبدالماجد دریابادی تھے جو امروز ۲۶ جنوری ۱۹۷۷ء کو ۸۰ سال کی عمر میں اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے کوچ کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا دریابادی گرچہ جدید علوم و فنون کے طالب علم تھے اور باضابطہ طور پر بی اے تک تعلیم حاصل کی تھی لیکن آگے چل کر انھوں نے دینی علوم و فنون کے مطالعہ و تحقیق میں زیادہ دلچسپی لینی شروع کی یہاں تک کہ قرآنی علوم کی خدمت و اشاعت کو اپنا مقصد حیات بنا لیا اور پھر تفسیر ماجدی سیرت نبوی قرآنی بشریت انبیاء وغیرہ جیسی چند بڑی اہم کتابیں لکھ ڈالیں کہ اس کی وجہ سے طبقۂ علماء میں انھیں اونچا مقام حاصل ہوگیا۔

چونکہ مولانا جدید و قدیم علوم و فنون کے اہم علماء میں شمار ہوتے تھے اس لیے ان کے بزرگوں دوستوں اور عزیزوں کا حلقہ نہایت وسیع تھا اور ہر مکتبہ فکر (جدید و قدیم) کے اہل علم ان کے پاس خطوط بھیجتے اور مسائل دریافت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تصنیف و تالیف کے علاوہ مولانا کو خط و کتابت کے لیے روزانہ کئی کئی گھنٹے دینا پڑتے تھے۔ اندازہ یہ ہے کہ یہ خطوط کچھ تو غیر علمی لیکن زیادہ تر علمی و ادبی مسائل پر مشتمل ہوں گے جن کا جواب مولانا نے خالص علمی و تحقیقی روشنی میں دیا ہوگا اگر ان تمام خطوط کو حاصل کر کے کتابی صورت میں چھاپ دیا جائے تو علمی دنیا کی یہ ایک زبردست خدمت ہوگی۔

میں نے مولانا کی تصنیفات ۱۹۶۲ء سے پڑھنا شروع کر دی تھیں اور ہفتہ وار "صدق جدید" کا نہایت پابندی اور ذوق و شوق کے ساتھ مطالعہ کرتا تھا۔ ان کے دلکش اسلوب بیان تنقیدی طرز تحریر اور علمی و دینی تبحر سے بے حد متاثر تھا۔ دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ ان سے خط و کتابت کی جائے اور علمی طور پر استفادہ کیا جائے تاکہ اپنے بے سمات اور نیک بختی کا باعث ہو چنانچہ اسی بنا پر میں نے سب سے پہلے جون ۱۹۶۳ء میں ایک خط ارسال کیا اور علمی و ادبی مطالعہ کے سلسلے میں کچھ مشورے طلب کیے۔ یہ وہ وقت تھا جب میں دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھا اور بیضاوی اولین وغیرہ پڑھ رہا تھا۔ تاہم میری طالبعلمی کا خیال کیے بغیر مولانا نے نہایت محبت و شفقت اور خندہ پیشانی کے ساتھ جواب دیا۔ جواب پڑھ کر میں ان کی دینی و علمی عظمت کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاق و بزرگی سے بھی کافی متاثر ہوا اور پھر مزید خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا۔ دیوبند سے فراغت کے بعد ۱۹۶۵ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ آیا تو وہاں بھی صرف خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا بلکہ جب کبھی مولانا لکھنؤ تشریف لاتے تو ملاقات و دیدار کا شرف حاصل کرتا اور اس طرح ان کی مخصوص علمی مجلس میں شریک ہونے اور استفادہ کا موقع ملتا۔

عرض یہ کہ تقریباً چار سال تک مولانا سے مکاتبت رہی اور اس دوران میں تقریباً ۲۰ خطوط جن میں زیادہ تر علمی و ادبی سوالات پر مشتمل تھے میں نے لکھے اور مولانا نے ہر خط کا جواب نہایت کشادہ دلی کے ساتھ مندرجہ ذیل خط میں دیا۔

بسم اللہ

دریابادہ ۔ ۱۳ر جنوری ۱۹۶۳ء

عزیزم — وعلیکم السلام

۱۔ ظاہر ہے کہ عربی میں تسلا بعد تسلا ہی صحیح ہے لیکن فعلمانے اردو تسلا بعد تسلا کہنا اور لکھنا شروع کر دیں تو اردو میں یہی صحیح بلکہ فصیح مان لیا جائے گا۔ ہر زبان میں مستند صرف اس کے فصحا کا قول و عمل ہوگا کہ اس زبان کا جس سے کوئی لفظ آیا ہے۔

۲۔ یقیناً میں نے مولانا شبلی کے کسب فیض کیا ہے۔ اپنی بساط بھر پوری طرح کیا ہے۔ ان کی کتابوں، مقالوں کو خوب پڑھا اور ان کے نقوش۔ تربیتوں، طرز انشا کی نقال پر سوں کی ہے۔

۳۔ شاعری کی ہے مگر برائے نام۔ رنگ حسرت موہانی کا تھا۔ مگر اصلاح کے لیے کلام حضرت اکبر الہ آبادی کی خدمت میں پیش کیا تو انھوں نے صرف حوصلہ افزائی ہی کی۔ بعد کو دوبارہ نعتیہ غزلیں محمد علی جوہر کے رنگ میں کہیں۔

۴۔ سید صاحب کا کوئی مجموعہ کلام مطبوعہ میرے علم میں نہیں۔

والسلام

عبدالماجد

میں نے ایک خط اگست ۱۹۶۳ء کو کسی تاریخ میں لکھ کر ذوالقرنین کے بارہ میں دریافت کیا کہ مفسرین نے کس بنا پر ان کی تعیین میں اختلاف کیوں ہے؟ اس کے علاوہ آپ نے اپنی فہرست تصنیفات میں سے کس تصنیف کو خارج کیا ہے اور کس کو اپنے لیے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔؟

جواب ملاحظہ ہو

بسم اللہ

دریابادہ

۱۲ر اگست ۱۹۶۳ء

وعلیکم السلام

۱۔ جو مسئلہ کتاب و سنت میں مجمل بیان ہوا ہے اس کا اجمال قطعی صورت میں کوئی کیسے رفع کرے؟ تعمیر و تشریح میں تو اختلاف ہمیشہ باقی رہے گا اور ہر فریق اپنی اپنی بصیرت کے مطابق صرف دلائل ہی پیش کر سکے گا۔ قیمین شخصیت ذوالقرنین بھی اسی قسم کے مسائل میں سے ہے۔

←

بہترین چائے کا قابل اعتماد مرکز

عباس علاء الدین اینڈ کمپنی

نمبر ۱۴۲ حاجی بلڈنگ ایس وی پٹیل روڈ

مل بازار بمبئی نمبر ۳

TELEGRAM:- CUP, KATTLY

PHONE No. 332220

اسپیشل مکچر	کپ برانڈ
اسپیشل سمری	گولڈن ڈسٹ
ٹول مکچر	فلاور بی او پی

۲۔ میں نے اپنی کسی اور کتاب کو نہیں صرف فلسفہ اجتماع کو اپنی فہرست تصانیف سے خارج کیا ہے اس میں مستند باتیں ضلالت مترشح کی آمیزش ہیں۔

۳۔ اس کا جواب مشکل ہے اپنے لیے میرا دل پر سرمایۂ سعادت اپنی تفسیر اردو (طبع ثمان ہنوز زیر مطبوع) کو سمجھتا ہوں۔ پھر اگر میری تفسیر کو پھر میرزہ ہوئی قرآنی بشریت انبیاء، سترح صفاحات معقول اور سفر حجاز کو۔ ایک دوسرے معیار سے محمد علی کی ذاتی ڈائری اور حکیم الامت کو ایک اور معیار سے اپنی نثر کی تقریر کو۔

والسلام

دعاگو۔ عبدالماجد۔

ستمبر ۱۹۶۳ء میں دریافت کیا کہ مولانا آزاد اور آپ کے درمیان تعلقات کیسے تھے؟ ندوہ اور جامعہ ملیہ کی دینی حالت کیسی ہے۔ آپ نے اپنی کوئی سوانح عمری مرتب کی ہے یا نہیں؟ اس قسم کے ردایک اور سوالات تھے جن کا جواب مرحوم عمل افزا اور مفصل آیا۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۴ر ستمبر ۱۹۶۳ء

وعلیکم السلام

۱۔ عداوت مجھ اللہ کسی ادنی مسلمان سے نہیں چہ جائیکہ مولانا مرحوم ومغفور سے۔ علمی وادبی مسائل میں اختلافات ایسے تھے جو طلوع الہلال سے دوچار سال تک پے سنہ ۱۹۱۲ء میں سمجھ اللہ ندوہ بھی ختم ہو گئے سنہ ۱۹۱۳ء میں مولانا سے ادنی کلمہ گئے حق میں دعائے رحمت ومغفرت کا عادی ہوں چہ جائیکہ مولانا جیسی جلیل القدر ہستی اور باعث فخر کے لیے۔ لفظی لحاظ سے تو یہ بیشک صحیح ہے کہ ہجز انبیاء معصومین اور عشرہ مبشرہ کے کسی اور کے لیے مغفرت یقینی نہیں کہی جاسکتی لیکن بہرحال عملاً تو ہم ہر کلمہ گو کے بہ لحاظ حسن ظن وغلبیت جنتی ہی کہتے ہیں چہ جائیکہ ان کو جو خدمت علم ودین ہما تنے نوازا ہوں۔

اگر کہیں عامۂ وہ الفاظ کے بھی ہیں تو اللہ اعلم کس سیاق میں اور کس سوال کے جواب میں اور اب مولانا کی روح سے معذرت کے ساتھ انھیں ہر صفحہ "تاویف" ملا پوں دیتا ہوں اور ان کو اختیار تنخ

۲۔ سفر دہلی کی کوئی ایک مختصر سی مدتین غرض نہ تھی۔ مختلف دواعی وحرکات تھے۔ اجمال ذکر "سیرت النبی" میں آگیا ہے۔

۴۔ میری کسی کتاب کی زوجیت واشاعت کا تو قطعی کچھ پتہ نہیں۔ بنجر صدق بکھنی لکھنؤ ہی سے رہتا ہے۔

۵۔ کچھ اپنے حالات لکھ دیے ہیں یہ کوئی ضروری نہیں کہ اشاعت بھی ضرور آجائے۔

والسلام

(عبدالماجد دریابادی)

۱۹۶۳ء میں پاکستان کے ایک اہم مہمان اور اہل قلم نے ایک مضمون لکھا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مولانا عبدالماجد دریابادی نے مولانا ابوالکلام آزاد سے عداوت ومخاصمت رکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ ان کے مغفور ومرحوم ہونے کے قائل نہیں ہیں اس سلسلے میں میں نے مولانا دریابادی کے یہاں ایک خط لکھ کر دریافت کیا کہ کیا واقعی آپ نے ایسا لکھا ہے۔ اگر لکھا ہے تو کس بنا پر اور مولانا نے مفصل جواب دیا۔ جواب ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۱ر اپریل ۱۹۶۳ء

عزیزم۔ وعلیکم السلام

مجھے بالکل یاد نہیں پڑ رہا ہے کہ میں نے ابوالکلام مرحوم ومغفور کے لیے یہ الفاظ کہیں لکھے ہوں اور اس کا یقین بھی نہیں آرہا ہے اس لیے کہ یہ میرے مسلک وعقیدے کے بھی خلاف ہے میں تو ہر اداتی سے ادنی کلمہ گو کے حق میں دعائے رحمت ومغفرت کا عادی ہوں چہ جائیکہ مولانا جیسی جلیل القدر ہستی اور باعث فخر کے لیے۔ لفظی لحاظ سے تو یہ بیشک صحیح ہے کہ بجز انبیاء معصومین اور عشرہ مبشرہ کے کسی اور کے لیے مغفرت یقینی نہیں کہی جاسکتی لیکن بہرحال عملاً تو ہم ہر کلمہ گو کے بہ لحاظ حسن ظن وغلبیت جنتی ہی کہتے ہیں چہ جائیکہ ان کو جو خدمت علم ودین ہما تنے نوازا ہوں۔

اگر کہیں عامۂ وہ الفاظ کے بھی ہیں تو اللہ اعلم کس سیاق میں اور کس سوال کے جواب میں اور اب مولانا کی روح سے معذرت کے ساتھ انھیں ہر صفحہ "تاویف" ملا پوں دیتا ہوں اور ان کو اختیار تنخ

بروں کہ میری اس معذرت کو اس اخباری یا جاہاں پسند ہوں جھوٹ دیں صدق دل انشاء اللہ اس کی نقل شائع کر دی جائے گی۔

والسلام

عبدالماجد

بقیہ صفحہ ۱۲

طرح صفایا کیا گیا اس کا اندازہ اس رپورٹ سے لگایا جاسکتا ہے جس میں بتلایا گیا کہ کمبوچیا کے ایک علاقے میں کرنگ میاس میں رہنے والے ہزاروں مسلمانوں میں سے صرف چار باقی بچے ہیں جبکہ کمبوچیا تھام آباد ۲۰ ہزار مسلمانوں میں سے ایک بھی مسلمان آج دنیا میں موجود نہیں ہے۔ عدالت میں گواہوں نے بتایا کہ اندازہ ہے کہ کمبوچیا کی تین چوتھائی مسلمان آبادی تہ تیغ ہو چکی ہے۔

اسی عدالت میں گواہوں نے بتایا کہ مسلمانوں کی عبادت گاہیں خانقاہیں اور دیگر مذہبی یادگاریں پول پاٹ کے چار سالہ دور حکومت میں تباہ ہوگئی ہیں۔ عدالت میں پیش کی جانے والی شہادتوں کے مطابق قرآن شریف اور دیگر مقدس اسلامی کتب کو پول پاٹ کے چاہیوں نے شہید کر دیا مسجدوں اور درگاہوں کو فوجی بیرکوں جیل خانوں اور سوروں کے باڑوں میں تبدیل کر دیا گیا گو کہ نئی حکومت نے پول پاٹ کے معزول کرنے کے بعد یہ عبادت گاہیں مسلمانوں کو لوٹا دی ہیں مگر بڑی تعداد میں مسلمانوں کے قتل اور معاشی حالت کی ابتری کی وجہ سے یہ ساجدہ نہوز مرمت طلب ہیں۔

اس وقت جب کہ اقوام متحدہ کی راہداریوں میں دنیا کی بعض بڑی طاقتیں پول پاٹ کو واپس اقتدار میں لانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ بڑی طاقتوں کے اس گھناؤنے کھیل سے اپنے آپ کو الگ کر کے کمبوچیا کے مسلمانوں کی داد رسی کے پہونچیں اور ان کی بحالی کے لیے مناسب اقدام کریں اور اس غرض سے برسر اقتدار فرنگ سامریں حکومت سے رابطہ پیدا کر کے معلوم کریں کہ وہ کیا مدد چاہتی ہے اس سلسلے میں موتمر عالم اسلامی اور اسلامی سکریٹریٹ کو اپنی ذمہ داری محسوس کرنی چاہیے۔ اور ساتھ ہی مسلمان حکومتوں کو بھی چاہیے کہ وہ عالمی سیاسی وابستگیوں اور وقتی مصلحتوں کو جزباد کہہ کر آزاد رائے قائم کریں۔ ●●

بقیہ صفحہ ۲

ان فضائل اور دینی شعور کو پیدا کرنے میں ان کے کردار کی اہمیت سے علماء اسلام خوب واقف تھے اسی لیے انھوں نے اپنی کتابوں اور مواعظ میں ترغیب وترہیب سے بہت کام لیا ہے اور اس بات پر بہت زور دیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ معاشرہ پر اس کا خاطر خواہ اثر پڑا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید زکوٰۃ کا رکن معطل ہی ہو جاتا اور چونکہ حکومتوں نے سرکاری اور باضابطہ طور پر اس کے حصول وتقسیم کا کام چھوڑ دیا تھا اس لیے مسلمان بھی اس کو چھوڑ کر گھر بیٹھ رہتے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اسلامی شریعت میں ان فضائل کے مقام و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے خوب لکھا ہے۔

"انفاق کی ترغیب وفضیلت پر جو احادیث آئی ہیں ان کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ یہ عمل سخاوت کے ساتھ جو زکوٰۃ کی روح ہے اور تہذیب نفس کا کام بہت حد تک اس سے انجام پا سکتا ہے۔ بخل کی برائی بار بار اس لیے بیان کی گئی ہے کہ حرص ایسی چیز ہے جو مانع زکوٰۃ کو نقصان پہونچا سکتی ہے اور جس کا اشارہ اس حدیث میں ہے کہ "اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَاللّٰھُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حرص سے بچو اس لیے کہ حرص ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے دوسرے موقع پر ارشاد ہے "اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ" بے شک صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا "اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ" بے شک صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والے کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر بڑھاتا ہے۔

اس کی بات سن جاتی۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود رحمت کی لگائی ہوئی ہے

یہ سب آپ کی جودت کا کرشمہ ہے اور آپ کی برکت دینی ہے تو ہم کو اس احسان کو جاننا نعمت کی قدر اور اس فضل وکرم کا شکر ادا کرنا چاہیے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم تک پہونچا ہے اور اس واضح تاریخی حقیقت کو جس کا انکار ممکن نہیں پہچاننا چاہیے۔

ہم سب بعثت محمدی کے سایہ میں پروردش پا رہے ہیں اور اس دسترخوان کے نمک خوار ہیں جس کو ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری انسانیت کے لیے بچھایا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو کیا مجال تھی کہ آج اس جگہ بیٹھ سکتا اور دل بعد کے پہلو میں جگہ پاتا میرے ہی لیے نہیں بلکہ مجھے کہیں زیادہ بڑھ کر اعلیٰ اور علم وعمل میں افضل انسان کو یہ مقام نصیب نہ ہوتا کہ اس جگہ سے لوگوں کو اس سحر آفریں زبان میں مخاطب کرے یہ سب طفیل ہے بعثت محمدی کا۔ یہی اس کا اعزاز ہے اس کا پیغام اور یہی اس کا حاصل ہے کہ ہم اس کی قدر کریں اور اس کی حقیقت کو پہچانیں کہ کیا کچھ ہم کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نصیب ہوا اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور اس کو اپنے اندر اتاریں۔

میرے بھائیو! میں آپ سے کہتا ہوں کہ اگر اس کانفرنس کا کوئی پیغام ہے تو یہ ہے کہ ہم اپنے اسلامی عربی سوسائٹی کے اس تفاوت کو دور کریں جو ہمارے اندر پیدا ہو گیا ہے مجھے اجازت دیجئے کہ میں کہہ دوں کیونکہ میں اس وقت کانفرنس کی زبان سے بات کر رہا ہوں ان عزیز وفود کی ترجمانی کر رہا ہوں اور اس دعوتی زبان سے مخاطب ہوں جو کسی سے خوف نہیں کھاتی میں جان صاف کہتا ہوں کہ اس وقت ہمارا سرمایہ الحاد اللہ کفر وشرک نہیں ہے۔ ہمارا سرمایہ نفاق ہے۔ ہم اعلان کچھ کرتے ہیں عمل کچھ کرتے ہیں ہم کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں۔ میرے بھائیو۔ میرے عزیزو! اس تضاد کو دور کرو جو اسلامی سوسائٹی کے سینہ پر چرکہ کر اس کا گلا گھونٹ رہا ہے جس نے اس کو جاں بلب کر دیا ہے اسکے اندر پلنے اور آگے بڑھنے کی سکت ختم کر دیا ہے اللہ کے پیغام کو عالم انسانیت تک پہونچانے میں رکاوٹ بن گیا ہے اسلام کو کبھی مجلسوں میں پیش کرنے سے عاجز ہو رہا ہے۔ درانحالیکہ وہ انسانیت کو جو

پیش کی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ اسلام والوں نے اپنے کو اس کے لیے پیش کیا۔ اہ ہوں اور وہ اگر اپنے کو پیش نہ بنا سکیں اور ہم اپنے شعلوں کی سیرت کو پیش کرنے کے لیے جن جہت میں جو انسانیت کا ادنی درد رکھتا ہے ●

وہ ذات جس نے ختم المرسلین سلوات کی جس نے غبارہ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
اسے پیش کیا جاتا ہے حالات اور مصائب وآلام سے گھرا ہوا ہر زندگی میں جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا نمونہ نہیں پایا وہ عقیدہ توحید ورسالت کا عقیدہ ہے آخرت پر ایمان کا عقیدہ ہے اور اچھی قدروں اور اعلیٰ اخلاق کو اپنانے کا عقیدہ ہے اگر اسلام کو ایک بالشت زمین بھی میسر ہو تو اس کے لیے یہ چیز بڑی بھاری ہے کہ اس کے فخر کے لیے کافی نہیں کیونکہ اس کے پاس ایسی بیش بہا خزانہ اور ایسا قیمتی سرمایہ موجود ہے جو ختم ہونے والا نہیں اور وہ اس کا تعلق مع اللہ ہے اور بندہ کا اپنے خالق سے رشتہ ہے گرچہ اس کو حکومت قائم کرنے کا موقع نہ ملے۔

ہم سب کہ اسلامی حکومت قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس میں کوئی بھی کوتاہی نہ کرنی چاہیے لیکن ایک مسلمان شخص غور وفکر بھی لے اور اس کی کوشش کرتا رہا اور حکومت قائم نہ کر سکے تو اس پر کوئی ملامت نہیں۔ اور نہ اس کی کوئی پکڑ ہے کیونکہ اس کے فرض کیت اس کا عقیدہ کافی ہے اور یہ عقیدہ اسلام کے عطیات میں سے بہا عطیہ ہے اور یہی وہ اسلام ہے جس پر ہم کو بجا طور پر فخر ہے اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

اس کے بعد اس کانفرنس کے اصل داعی ومنظم شیخ عبداللہ ابراہیم انصاری کی تقریر تھی۔ شیخ عبداللہ انصاری صاحب جو وہاں کے امور دینیہ کے عہدیدار ہیں وہ نہایت مخلص اور علم دوست انسان ہیں۔ متواضع اللہ والے معلوم ہوتے ہیں ان کی تقریر دل سے ان کا درد دل وسوز درد میں جھلکتا تھا جو ایک ناپید چیز ہو گئی ہے۔

انھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا "دنیا کے مسلمانوں کا یہ شعار رہا ہے کہ وہ اپنے علماء وحکماء اور اسلام کا تذکرہ بہت کرتے اور ان کے کارناموں کو اجاگر کرتے [illegible] جس کے لیے انھوں نے [illegible] اور علیہ کے بعد ان کی سیرت پر جو مقالات [illegible] کی سلامی سے اس کی کنپٹی سے لے کر گدی تک پھاڑ دی جاتی ہے۔ وہ جھوٹا تھا، جھوٹی بات کہتا لوگ اس کی روایت کرتے اور وہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتی اس پر قیامت تک یہ عذاب ہوتا رہے گا۔ اور جس کا سر پتھر سے کچلا جاتا تھا وہ وہ ہے جس کو اللہ نے قرآن کی تعلیم دی اور اس سے غافل ہو کر رات کو سویا دن رات کو پڑھا نہ دن کو اس پر عمل کیا یہ عذاب اس کو قیامت تک ہوتا رہے گا۔

وہ پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے تھے وہ مسلمانوں کا مقام ہے اور دوسرا گھر شہیدوں کا ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں، اب اپنا سر اٹھاؤ، میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ میرے اوپر سفید ابر ہے، دونوں نے کہا یہ آپ کا گھر ہے، میں نے کہا چھوڑ دو میں اپنے گھر چلا جاؤں، انہوں نے کہا نہیں جب آپ کی عمر پوری ہو جائے تو آپ تشریف لائیے گا۔ (بخاری)

بقیہ صفحہ ۳ : اداریہ

سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کا یہ مشورہ بہت ہی مخلصانہ اور دوررس نتائج کا حامل ہے اس وقت اگر عام پبلک نے مولانا مدظلہ العالی کی اس ہدایت ورہنمائی کے مطابق عمل کیا تو ہم یہ ضرور امید کرتے ہیں کہ آئندہ سیاسی لیڈر ان اپنے عمل وکردار میں اصلاح کرنے کی کوشش کریں گے اور وہ ایسا طرز عمل نہیں اختیار کریں گے جو ادھر پانچ سال سے مسلسل ہر سیاسی جماعت کے لیڈروں کی طرف سے باری باری سامنے آرہا ہے۔